ایمانِ خالص

دُوسری قسط

ہر چہ کرد آں آشنا کرد

کیپٹن ڈاکٹر مسعودُ الدّین عُثمانی رحمۃ اللہ علیہ
ایم بی بی ایس (لکھنؤ) فاضل عُلوم دینیہ
(وفاق المدارس۔ مُلتان)

رابطہ کے لیئے
مُحمّد حنیف
مسجد توحید توحید روڈ، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، کیماڑی، کراچی
فون:۔ 2850510 - 2854484

The Real Muslims Portal

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء	۳
۲	بخاری کا رَد اور عبداللہ بن عمرو بن حرام رض اور عمر بن الخطاب رض کا واقعہ	۱۱
۳	انّه بقى لك عمر لم تستكمله فلو استكملت اتيت منزلك -	۱۳
۴	شہداء کا مقام اور زندگی	۱۴
۵	اللهم الرفيق الاعلىٰ	۱۷
۶	شریعتِ جعفریہ کا عقیدہ	۱۹
۷	عرضِ اعمال علیٰ رسُول اللہ	۲۰
۸	اعادة الروح فی القبر کا عقیدہ اور اس کا رَد	۲۲
۹	ان لله ملائكة سياحين	۲۹
۱۰	رد الله على روحى	۳۳
۱۱	من صلى على عند قبرى	۳۵
۱۲	قلیبِ بدر کا واقعہ	۳۷
۱۳	وفاتِ نبویؐ	۳۹
۱۴	قرع النعال	۴۳
۱۵	امام احمد بن حنبل کا عقیدہ	۴۶
۱۶	امام ابو حنیفہ کا عقیدہ	۴۷
۱۷	ابن تیمیہ کا عقیدہ	۵۰
۱۸	مُردوں پر زندوں کے اعمال کا پیش کیا جانا	۵۲
۱۹	ابن کثیر کا عقیدہ	۵۳
۲۰	ابن قیمؒ اور ابن عبدالبر کا عقیدہ	۵۴
۲۱	بخاری کا رد	۵۵
۲۲	ابن کثیر کا "یا" سے استدلال	۵۷
۲۳	ابن تیمیہ کا عائشہ رض پر فتویٰ	۵۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۝

امّا بعد !

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر کہ آج اس ملّت کے اندر عقیدہ کا مسئلہ علماء کے دو۲ گروہوں کے درمیان اختلافی مسئلہ بنا ہُوا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ "رُوح" نکل جانے کے بعد، سوال وجواب کے وقت قبر کے اندر مُردہ جسم میں واپس آجاتی ہے اور اس طرح مرنے والا قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے، آوازوں کو سُنتا اور زائرین کو پہچانتا ہے، اُن کی آمد سے خوش ہوتا ہے۔ سلام کا جواب دیتا ہے اور اُن کے لئے دُعائیں کرتا ہے۔ بعض کا کہنا یہ بھی ہے کہ اپنے گھر والوں کے اعمال سے باخبر بھی رکھا جاتا ہے۔ اُن کے اچھے کاموں پر مسرور ہو کر اللہ سے اُن کیلئے استقامت اور بُرے کاموں پر اُن کے لئے ہدایت کی دُعا کرتا ہے۔ عُلماء کا یہ گروہِ عظیم اپنی اس بات کے ثبوت کے لئے بہت سی روائتیں پیش کرتا ہے جن میں اس کی سب سے مضبوط روایت یہ ہے:

حدثنا عبدالله حدثني أبي ثنا حسين بن على الجعفي عن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عن ابى الاشعث الصنعاني عن اوس بن ابى اوس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلاة فيه فان صلاتكم معروضة على فقالوا يا رسول الله وكيف تعرض عليك صلاتنا وقد أرمت يعني وقد بليت قال ان الله عز وجل حرم على الارض أن تأكل أجساد الانبياء صلوات الله عليهم

The Real Muslims Portal

ترجمہ: امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ ہم سے روایت بیان کی حسین بن علی الجعفی نے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے اور انہوں نے ابوالاشعث الصنعانی سے اور انہوں نے اوس بن ابی اوس رضؓ سے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے کیونکہ اُسی دن آدم پیدا کئے گئے اور اُسی روز اُن کی وفات ہوئی اور اُسی روز "النفخة" اور "الصعقة" ہوگا۔ پس اس دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو۔ حقیقی بات یہ ہے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہمارا درود اس وقت کیسے پیش کیا جائے گا جب آپؐ کا جسم ریزہ ریزہ ہو گیا ہوگا، یعنی وفات کے بعد بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوات کے جسموں کو کھائے۔

(مسندِ احمدؒ جلد ۴ صفحہ ۸، ابوداؤد صفحہ ۱۵ جلد ۱، نسائی صفحہ ۱۵۴ جلد ۱)

اس روایت کے پیش کرنے کے بعد یہ علماء کہتے ہیں کہ یہ بالکل صحیح روایت ہے کیونکہ حسین بن علی الجعفی، عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر اور ابوالاشعث الصنعانی ثقہ راوی ہیں۔ اوس بن ابی اوس رضؓ کا پوچھنا ہی کیا وہ تو صحابی ہیں۔ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی "روح" آپ کے جسدِ مبارک میں واپس آگئی ہے اور آپؐ کو پھر سے حیات مل گئی ہے ورنہ درود کے پیش کئے جانے کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اس طرح سے یہ روایت تین باتوں کو واضح طور پر بیان کرتی ہے:-

۱: "جسدِ مبارک" کا اپنی دُنیاوی حالت پر برقرار رہنا۔

۲: "رُوح" کا واپس آجانا اور قیامت تک کے لئے آپؐ کا مدینہ والی قبر میں زندہ رہنا۔

۳: "درود" کے اعمال کا پیش کیا جانا خاص طور پر جُمعہ کے دن۔ اور اعمال

کے پیش کئے جانے سے کوئی فائدہ نہیں اگر حیات اور شعور نہ ہو۔

کہا جاتا ہے کہ علماء کے اِس گروہ میں سلف کے بڑے بڑے آئمہ حضرات مثلاً امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، ابنِ قیمؒ، ابن کثیر، اور ابن حجر عسقلانی وغیرہ شامل ہیں۔

دُوسرا گروہِ علماء جو موت کے بعد قیامت سے پہلے دُنیاوی حیات اور سماع کا انکاری ہے کہتا ہے کہ یہ روایت نہ تو قرآن کے مطابق ہی ہے اور نہ صحیح حدیث کے۔ خود یہ روایت بھی صحیح نہیں بلکہ منکر روایت ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ ہر جگہ یہی فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد کسی فردِ بشر میں جان کی رَمق تک باقی نہیں رہتی۔ اس میں یہ شعور کہاں کہ دُنیا والوں کی باتوں کا ادراک کر سکے۔ اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے وہ قرآن کی اس آیت کو پیش کرتے ہیں:-

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون
شیئا و ھم یخلقون اموات غیر احیاء
وما یشعرون ایان یبعثون ٥ (النحل-۲۰،۲۱)

ترجمہ: اور اللہ کے علاوہ وہ دُوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی کیلئے) پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ موت کے بعد وہ بالکل مُردہ ہیں اُن میں جان کی رَمق تک باقی نہیں ہے۔ اُنہیں اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں گے۔ (النحل-۲۰،۲۱)

اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ انبیاءؑ کا اور نہ اولیاء کا۔ اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق تک باقی نہیں رہتی پھر حیات، سماع اور عرضِ اعمال کا اثبات کیسا۔ کتنے انبیاءؑ ایسے ہیں جن کو

The Real Muslims Portal

حاجت روائی، اور مشکل کشائی کے لیے پکارا گیا ہے اگر انبیاء کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو بیان کر دیتا اور اس طرح عام اعلان نہ کرتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی رَمق تک باقی نہیں رہتی۔

قرآن کی اِن آیات کے مقابلہ میں ایک ایسی روایت کو پیش کرنا جو کہ ضعیف ہی نہیں بلکہ مُنکر روایت ہے مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اس روایت کو جسے ایک عظیم گروہ عُلماء نے صحیح سمجھ لیا ہے وہ دراصل اُس کے ظاہر سے دھوکہ کھا گئے وہ یہ سمجھے کہ حسین بن علی الجعفی نے جو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کا نام لیا ہے وہ درست ہے اور چونکہ یہ راوی ثقہ ہے اس لئے حدیث بھی صحیح ہے۔ بھلا ہو امام بُخاری کا کہ انہوں نے سب سے پہلے خبردار کیا کہ قرآن کے خلاف بیان کی جانے والی اس روایت میں ثقہ راوی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے جو مُنکر الحدیث ہے۔ حسین بن علی الجعفی سے بھُول ہو گئی ہے اور وہ عبدالرحمٰن کے دادا کا نام تمیم کے بجائے جابر بیان کر گئے۔ امام بخاری اس بات کے بیان کے لئے التاریخ الکبیر اور التاریخ الصغیر میں حسبِ ذیل مضمون لائے ہیں:۔

عبد الرحمن بن يزيد بن تميم السلمى الشامى عن مكحول، سمع منه الوليد بن مسلم، عنده مناكير، و يقال هو الذى روى عنه اهل الكوفة ابو أسامة و حسين فقالوا: عبد الرحمن بن يزيد ابن جابر۔

(فوٹو: ص۳۶، التاریخ الکبیر قسم اج ۳، للبخاری۔ المجلد۵)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم السلمی الشامی نے مکحول سے روایت کی ہے اور اس سے سُنا الولید بن مسلم نے۔ اس کی روایتوں میں منکر روایتیں پائی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس سے اہلِ کوفہ، ابواُسامہ اور

حسین (بن علی الجعفی) نے روایتیں بیان کی ہیں اور اُس کا نام عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم لینے کے بجائے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہہ گئے ہیں۔

(ترجمہ ص۳۶۵، التاریخ الکبیر قسم ا جلد ۳ مصنفہ امام بخاری)

امام بخاری اپنی رجال کی دُوسری کتاب "التاریخ الصغیر" میں اس بات کو یُوں لائے ہیں:

قال الوليد، كان لعبد الرحمن، كتاب سمعه، وكتاب آخر لم يسمعه، واما اهل الكوفة فرووا عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر وهو ابن يزيد بن تميم، ليس بابن جابر، وابن تميم منكر الحديث،

(فوٹو: ص۱۷۵، التاریخ الصغیر، مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ، مصنفہ امام بخاری)

ترجمہ: الولید نے کہا کہ عبدالرحمٰن (بن یزید بن جابر) کی ایک کتاب تھی جس کو انہوں نے سُن کر لکھا تھا اور ایک دُوسری کتاب تھی جس کی روایتوں کو انہوں نے خود نہیں سُنا تھا۔ ولیکن اہلِ کوفہ (ابواُسامہ اور حسین بن علی الجعفی) نے اپنی روایتوں میں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہا ہے حالانکہ جس سے انہوں نے سُن کر روایتیں کی ہیں وہ (عبدالرحمٰن) ابن یزید بن تمیم تھا۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں تھا۔ اور ابن تمیم والا عبدالرحمٰن منکر الحدیث ہے۔

(ص۱۷۵، التاریخ الصغیر، مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ، مصنفہ امام بُخاری)

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حسین بن علی الجعفی کے ساتھی ابواُسامہ (حمّاد بن اُسامہ) نے دیدہ و دانستہ تغافل برتا ہے یہ جانتے ہُوئے کہ جس سے وہ روایت کر رہا ہے وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے۔

قال يعقوب و كانى رأيت ابن نمير يتهم ابا اسامة انه علم ذالك و تغافل۔

(تہذیب التہذیب جلد۶ ص۲۹۶،۲۹۵ ترجمہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم)

The Real Muslims Portal

یہی ابو اُسامہ وہ راوی ہے جس سے امام احمد نے حدثنا کہہ کر یہ روایت بیان کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جب سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دفن کیئے گئے اُس وقت سے عائشہ رضی اللہ عنہا پوری طرح سر ڈھانپ کر جایا کرتی تھیں کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ جو اُن کے محرم نہ تھے اُن سے انہیں شرم آتی تھی ۔ اس روایت کو بھی حیات فی القبر کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ۔

ہر چند کہ امام بخاری نے ہوشیار کر دیا کہ حسین بن علی الجعفی کی اس بھول نے منکر روایت کو صحیح بنا دیا ہے مگر لوگوں کی طرف سے اس بات کو قبولیت کا شرف عطا نہ کیا گیا ۔

امام بُخاری کا مُنکر الحدیث کی روایت کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ منکر الحدیث کی روایت بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے :

قال الذهبي : قال البخاري : « من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل رواية حديثه

(فوٹو: صـ ۲۱۷، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ناصر الدین الالبانی)

ترجمہ: الذہبی کہتے ہیں کہ البخاری کا قول ہے کہ جس کے بارے میں یہ کہوں کہ وہ "منکر الحدیث" ہے اُس کی روایت بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے ۔
(صـ ۲۱۷، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ، ناصر الدین الالبانی)

بہر حال امام بخاری نے ثابت کر دیا کہ وہ روایت جس میں ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے) صحیح نہیں بلکہ منکر روایت ہے اور منکر روایت کا بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے ۔ یہی بات امام رازی نے اپنی کتاب "علل الحدیث" میں لکھی ہے ۔

٦٠ ۔ سمعت أبي يقول عبد الرحمن بن يزيد بن جابر لا أعلم أحداً

من أهل العراق يحدث عنه والذي عندي أن الذي يروي عنه أبو أسامة وحسين الجعفي واحد وهو عبد الرحمن بن يزيد بن تميم لأن أبا أسامة روى عن عبد الرحمن بن يزيد عن القسم عن أبي أمامة خمسة أحاديث أو ستة أحاديث منكرة لا يحتمل أن يحدث عبد الرحمن ابن يزيد بن جابر مثله ولا أعلم أحدا من أهل الشام روى عن ابن جابر من هذه الاحاديث شيئا . وأما حسين الجعفي فانه روى عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن أبي الاشعث عن أوس بن أوس عن النبي ﷺ في يوم الجمعة أنه قال « أفضل الايام يوم الجمعة فيه الصعقة وفيه النفخة وفيه كذا » وهو حديث منكر لا أعلم أحداً رواه غير حسين الجعفي . وأما عبد الرحمن بن يزيد بن تميم فهو ضعيف الحديث وعبد الرحمن بن يزيد بن جابر ثقة

(فوٹو: علل الحدیث صـ ۱۹۷ جلد ۱، مصنفہ عبد الرحمٰن بن ابی حاتم الرازی)

ترجمہ: عبد الرحمٰن رازی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر سے کسی عراقی نے حدیث روایت کی ہے اور میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ ابو اُسامہ اور حسین الجعفی (کوفی، عراقی) نے جس سے روایت کی ہے وہ ایک ہی شخص عبد الرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے کیونکہ ابو اُسامہ نے عبد الرحمٰن بن یزید عن القسم عن ابی اُمامہ کی سند سے پانچ یا چھ مُنکر روایتیں بیان کی ہیں جو عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر جیسا (ثقہ) راوی بیان ہی نہیں کر سکتا ۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر سے کسی شامی راوی نے اِن منکر روایات میں سے کچھ بھی بیان کیا ہے ۔ اور یہ جو حسین بن علی الجعفی نے عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر سے اور انہوں نے ابو الاشعث

The Real Muslims Portal

الصنعانی سے اور اُنہوں نے اوس بن اوس رضؓ اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جُمعہ کے بارے میں یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا سب سے افضل دن جُمعہ کا دن ہے اور اسی روز صعقہ اور نفخہ اور یہ اور یہ ہوگا۔ یہ روایت منکر ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ حسین الجعفی کے علاوہ کسی اور نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ رہا عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم تو وہ ضعیف الحدیث ہے اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ثقہ ہے۔

(علل الحدیث ص۱۹۷، مصنفہ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی)

بخاری کی مختصر بات کو رازی نے کھول کر بیان کر دیا اور ساتھ ساتھ "الجرح والتعدیل" میں یہی بات یوں لائے:

فالذی یحدث عنه ابو اسامة لیس هو ابن جابر هو عبد الرحمن بن یزید بن تمیم ۔ نا عبد الرحمن قال سألت ابی عن عبد الرحمن بن یزید بن تمیم فقال: عنده مناکیر ، یقال هو الذی روی عنه ابو اسامة وحسین الجعفی وقالا (٥) هو [ابن - ٦] یزید بن جابر وغلطا فی نسبه ، ویزید بن تمیم ، اصح وهو ضعیف الحدیث ، ثنا عبدالرحمن قال سألت ابا زرعة عن عبد الرحمن بن یزید بن تمیم فقال: ضعیف الحدیث ۔

(فوٹو: ص۳۰۱ و ص۳۰۰، المجلد ۵، کتاب الجرح والتعدیل للرازی)

ترجمہ: پس وہ راوی جس سے ابو اُسامہ نے روایت کی تھی ابن جابر (عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر) نہیں بلکہ وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے عبدالرحمن بن یزید بن تمیم کے بارے میں پُوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اُس کی بہت سی منکر روایات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہی وہ راوی ہیں جس سے ابو اُسامہ اور حسین الجعفی نے روایتیں بیان کی ہیں اور وہ دونوں یہ کہہ گئے کہ وہ ابن یزید بن جابر ہے ان دونوں نے اُس کے (عبدالرحمٰن کے) نسب میں غلطی کی، (یزید ابن جابر کے بجائے) یزید بن تمیم زیادہ صحیح ہے اور وہ (ابن تمیم)

ضعیف الحدیث ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے ابوزرعہ سے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کے بارے میں پُوچھا تو اُنہوں نے اُسے ضعیف الحدیث کہا۔

(جلد ۵ ص۳۰۱--۳۰۰، کتاب الجرح والتعدیل مصنفہ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی)

رہے امام بخاری تو انہوں نے صرف یہی نہیں کہ اس روایت کو "منکر" ثابت کیا ہے بلکہ اس روایت سے انبیاء علیہم السّلام کی یہ خصوصیت نکلتی ہُوئی معلوم ہوتی ہے کہ ان کے جسموں کو مٹّی نہیں کھاتی۔ امام بخاری نے ثابت کیا کہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضؓ شہیدِ اُحد اور عمر بن خطاب رضؓ کے جسم چھ مہینے، اور ۶۳ سال کے بعد صحیح وسالم پائے گئے اور دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھا، لیکن ان میں حیات کا شائبہ تک نہ تھا ورنہ وہ دوبارہ دفن نہ کئے جاتے۔

عبداللہ بن عمرو بن حرام رضؓ کا جسم

حدثنا مسدد قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا حسین المعلم عن عطاء عن جابر قال لما حضر احد دعانی ابی من اللیل فقال ما ارانی الا مقتولا فی اول من یقتل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانی لا اترک بعدی اعز علی منک غیر نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان علی دینا فاقض واستوص باخواتک خیرا فاصبحنا فکان اول قتیل ودفنت معه آخر فی قبره ثم لم تطب نفسی ان اترکه مع آخر فاستخرجته بعد ستة اشهر فاذا هو کیوم وضعته هنیة غیر اذنه

(فوٹو: ص۱۸۰، جلد ۱، صحیح بخاری، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب جنگِ اُحد کا موقع آیا تو میرے باپ (عبداللہ بن عمرو بن حرام رضؓ) نے مجھے رات اپنے پاس بُلایا اور کہا کہ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن صحابیوں میں شامل ہونگا جو سب سے پہلے شہید ہوں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم ہی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو جس کو میں پیچھے چھوڑوں گا۔ مجھ پر قرض ہے اس کو ادا

The Real Muslims Portal

کر دینا اور اپنی بہنوں کا خیال رکھنا۔ پھر ہم نے صبح کی اور وہ پہلے شہید تھے۔ اُن کے ساتھ ایک اور صاحب کو بھی ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا لیکن مجھ کو اچھا نہ لگا کہ وہ ایک قبر میں دُوسرے کے ساتھ دفن رہیں۔ میں نے انہیں چھ مہینے بعد اس قبر سے نکالا (اور دُوسری جگہ دفن کیا) میں نے دیکھا کہ وہ بالکل اسی طرح تھے جیسے انہیں دفن کیا گیا تھا صرف ایک کان میں معمولی سا تغیّر آیا تھا۔

(ص۱۸۰، جلد ۱، صحیح بخاری، مطبوعہ دہلی)

۸۶۰ باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلۃ (کتاب الجنائز)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جسم

حدثنا فروۃ، قال حدثنا علی بن مسہر عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ، لما سقط علیہم الحائط فی زمان الولید بن عبد الملک اخذ وا فی بنائہ فبدت لہم قدم ففزعوا وظنوا انہا قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما وجد واحدًا یعلم ذلک حتی قال لہم عروۃ لا واللہ ما ھی قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ھی الا قدم عمر (ص۱۸۶، جلد ۱، صحیح بخاری، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ:۔ باب: ماجاء فی قبر النبیؐ وابی بکر وعمر۔ ۸۷۹ (کتاب الجنائز)

۔۔۔۔ ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ولید بن عبدالملک کے زمانہ (۸۷ھ) میں (حجرۂ عائشہ) کی دیوار گر گئی تو ایک پیر کھُل گیا اور لوگوں پر خوف طاری ہو گیا۔ انہوں نے گمان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پَیر ہے۔ کوئی عالم ایسا نہ مل سکا جو اس پَیر کے بارے میں انہیں صحیح رائے دے سکتا، یہاں تک کہ عروہ بن الزبیرؓ نے کہا کہ۔ نہیں۔ اللہ کی قسم، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پَیر نہیں ہے بلکہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کا پَیر ہے۔

(صحیح بخاری، ص۱۸۶، جلد ۱)

امام بخاری نے اس طرح ثابت کیا کہ جب انبیاء کے علاوہ غیر انبیاءؑ کے جسم بھی صحیح وسالم ملے ہیں تو اس بات کو انبیاء کے جسموں کی خصوصیت

بتانا درست نہیں۔ بات اتنی ہی نہیں کہ یہ منکر روایت صرف جسم کی حفاظت کا اِدّعا کرتی ہے بلکہ یہ تو اسی جسم میں رُوح کے لوٹائے جانے کے بعد حیاتِ دنیوی پر اصرار کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے اندر زندہ کر دکھاتی ہے۔ امام بخاری اس بات کے رَد کے لئے حسبِ ذیل حدیث لاکر ثابت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ نہیں بلکہ جنّت کے اعلیٰ ترین مقام پر زندہ ہیں۔ اس طویل حدیث کا آخری حصہ یہ ہے۔

قلتُ طوّفتمانی اللیلۃ فاخبرانی عما رأیتُ قالا نعم اما الذی رأیتہ یُشق شدقہ فکذاب یحدث بالکذبۃ فتحمل عنہ حتی تبلغ الآفاق فیصنع بہ الی یوم القیمۃ والذی رأیتہ یشدخ رأسہ فرجل علمہ اللہ القرآن فنام عنہ باللیل ولم یعمل فیہ بالنہار یفعل بہ الی یوم القیمۃ والذی رأیتہ فی النقب فہم الزناۃ والذی رأیتہ فی النہر اٰکلوا الربوا والشیخ الذی فی اصل الشجرۃ ابراہیم والصبیان حولہ فاولاد الناس والذی یوقد النار مالک خازن النار والدار الاولی التی دخلت دار عامۃ المؤمنین واما ھذہ الدار فدار الشہداء وانا جبرئیل وھذا میکائیل فارفع رأسک فرفعت رأسی فاذا فوقی مثل السحاب قالا ذاک منزلک فقلت دعانی ادخل منزلی قالا انہ بقی لک عمر لم تستکملہ فلو استکملت اتیت منزلک

ترجمہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھُماتے پھراتے رہے۔ اب بتاؤ کہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ سب ہے کیا؟ دونوں نے کہا بہتر۔ وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اُس کے گال پھاڑے جا رہے ہیں وہ کذّاب تھا۔ جھُوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اُڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہوتا تھا۔ تو اُس کے ساتھ جو آپ نے ہوتے دیکھا ہے وہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اور جس کو آپ نے دیکھا کہ اُس کا سر کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اُس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اُس کے ساتھ ہوتا رہے گا اور جن کو آپ نے سوراخ میں دیکھا تھا وہ زنا کار تھے۔ اور جس کو آپ نے دریا میں دیکھا وہ سُود خور تھا اور وہ شیخ

The Real Muslims Portal

جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السّلام تھے اور بچّے جو اُن کے اردگرد تھے وہ انسانوں کی اولاد تھے اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک داروغۂ جہنّم تھے اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہُوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر تھا اور یہ گھر شہداء کے گھر ہیں۔ اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں۔ ذرا اپنا سَر اُوپر تو اُٹھائیے۔ میں نے اپنا سر اُٹھایا تو میں نے اپنے سَر کے اُوپر ایک بادل سا دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہا کہ مجھے چھوڑو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ اُن دونوں نے کہا کہ ابھی آپؐ کی عُمر کا کچھ حصّہ باقی ہے جس کو آپ نے پُورا نہیں کیا ہے اگر آپ اُس کو پُورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آجائیں گے۔

باب ۸۷۶ ۔ ماقیل فی اولاد المشرکین (کتاب الجنائز) (ص ۱۸۵ صحیح بخاری، جلد ۱، مطبوعہ دہلی)

اس طرح امام بخاری نے ثابت کر دکھایا کہ وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضؓ کے حجرہ والی قبر میں نہیں بلکہ جنّت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں۔ عجیب بات ہے کہ حدیث کے اِس آخری جُملہ کی تشریح ابنِ حجر عسقلانی، مصنّف "فتح الباری" نے مناسب نہ سمجھی۔

اِسی طرح شہداء بدر و اُحد اور بئر معونہ والے اللہ کی کتاب کے بموجب جنّت الفردوس میں اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور اللہ کی طرف سے انہیں رزق بھی عطا کیا جا رہا ہے۔ ثبوت میں حسبِ ذیل حدیث لائے:-

باب فضلِ مَن شَهِد بدرًا

حدثني عبد الله بن محمد قال حدثنا معٰوية بن عمرو قال اخبرنا ابو اسحٰق عن حُمَيد قال سمعتُ انسًا يقول أُصِيبَ حارثةُ يوم بدرٍ وهو غلامٌ فجاءت اُمُّه الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله قد عرفتَ منزلةَ حارثةَ مني فان يَكُ في الجنة اَصبِرْ واَحتسِبْ وان تَكُ الاُخرٰى ترى ما اصنع فقال ويحكِ او هَبِلتِ او جنةٌ واحدةٌ هي انها جنانٌ كثيرةٌ وانّه في جنة الفردوس۔

(فوٹو: الصحیح البخاری، جلد ۲ ص ۵۶۷، مطبوعہ دہلی)

باب ۹ : غزوہ بدر کے شریک کی فضیلت

ترجمہ:- ۔۔۔۔۔۔ حُمید کہتے ہیں کہ میں نے انس رضؓ کو کہتے ہُوئے سُنا ہے کہ حارثہ رضؓ (ابن سُراقہ) جنگِ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نوجوان تھے اُن کی ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حارثہ میرے لئے کیا تھا۔ اگر وہ جنّت میں ہے تو صبر کروں گی اور ثواب جان کر۔ اور اگر کسی دُوسری جگہ ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ جنّت ایک ہی ہے۔ جنّتوں کی تعداد کی تو کثرت ہے اور تمہارا بیٹا (حارثہؓ) تو جنّت الفردوس میں ہے۔ (بخاری کتاب المغازی باب ۲۷۶) (صحیح بخاری، جلد ۲ ص ۵۶۷، مطبوعہ دہلی)
(فضل من شهد بدرًا)

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم، شہداء اور سارے انسان اگر رُوح کے پلٹ آنے کے بعد اپنی اپنی دُنیاوی قبروں میں زندہ ہیں تو جنّت میں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ جنّتوں میں زندگی کس جسم کے ساتھ ہے تو اس کی تفصیل امام مُسلم نے بیان کی ہے:

وحدثنا يحيى بن يحيى وابو بكر بن ابي شيبة كلاهما عن ابي معاوية ح قال وحدثنا اسحاق بن ابراهيم قال انا جرير وعيسى بن يونس جميعا عن الاعمش ح قال وحدثنا محمد بن عبد الله بن نمير واللفظ له قال نا اسباط وابو معٰوية قالا نا الاعمش عن عبد الله بن مرة عن مسروق قال سألنا عبد الله عن هذه الاٰية ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون قال اما انا قد سألنا عن ذلك فقال ارواحهم في جوف طير خضر لها قناديل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حيث شاءت ثم تأوي الى تلك القناديل فاطلع اليهم ربهم اطلاعة فقال هل تشتهون شيئا قالوا اي شيء نشتهي ونحن نسرح من الجنة حيث شئنا ففعل ذلك بهم ثلاث مرات فلما راوا انهم لن يتركوا من ان يسألوا قالوا يا رب نريد ان ترد ارواحنا في اجسادنا حتى نقتل في سبيلك مرة اخرى فلما راى ان ليس لهم حاجة تركوا (فوٹو: مسلم جلد ۲، ص ۱۳۵، ۱۳۶، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: ۔۔۔۔۔۔ مسروقؒ نے کہا کہ ہم نے عبداللہؓ بن مسعود سے قرآن کی اِس آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگوں نے اِس آیت کے بارے میں رسولؐ اللہ سے دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی رُوحیں سبز اُڑنے والے قالبوں میں ہیں اور اُن کے لئے قندیلیں عرشِ الٰہی سے لٹکی ہُوئی ہیں۔ وہ جنّت میں جہاں چاہے گھومتے

The Real Muslims Portal

پھرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آکر بسیرا کرتے ہیں۔ ان کی طرف اُنکے رب نے جھانکا اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے؟ شہدا نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں جب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جنّت میں جہاں چاہیں مزے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح تین بار ان سے یہی دریافت کیا اور شہداء نے دیکھا کہ جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے اُن کا رب اُن سے برابر پوچھتا رہے گا تو اُنہوں نے کہا کہ مالک ہماری تمنّا یہ ہے کہ ہماری رُوحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے تاکہ ہم دُوسری بار تیری راہ میں شہید کیئے جائیں۔ اب کہ مالک نے دیکھ لیا کہ اُنہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہے تو پھر اُن سے پوچھنا چھوڑ دیا۔

(صحیح مُسلم کتاب الامارہ باب ۳۲، ارواح الشہداء فی الجنۃ) (مسلم جلد ۲، صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶)

امام مُسلم نے یہ حدیث لاکر بہت سی باتیں بیان کردیں۔

۱: شہید کو نیا، اُڑنے والا جسم ملتا ہے جس میں اُس کی رُوح ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ جنّت کے مزوں میں خوش و خرّم رہتا ہے۔

۲: شہید کا مالک اپنے عرش کے اُوپر سے اس پر التفاتِ خسروانہ فرمانے کے بعد گفتگو بھی کرتا ہے، اور اپنی خواہشات اور تمنّاؤں کے اظہار پر اصرار بھی۔ مگر جب وہ یہ آرزو کرتا ہے کہ اُس کی رُوح کو اُس کے دنیاوی جسم میں واپس لوٹا دیا جائے تاکہ وہ ایک بار پھر اُس کی راہ میں جہاد کر کے شہادت کی سعادت مندی حاصل کرے، تو اُس کا مالک اپنی سُنّت کو نہیں بدلتا اور اُس کی اس خواہش کو بھی پورا نہیں کرتا جس کے اظہار کا خود اُس نے اس سے بار بار تقاضہ کیا تھا۔

۳: شہید جنّت میں زندہ بھی ہے اور اپنے مالک کے پاس کھاتا پیتا بھی۔

بُخاری اور مُسلم کی اِن حدیثوں سے کیا یہ نہیں نکلتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنّت کے اعلیٰ ترین مقام پر، سارے شہیدوں سے کہیں بلند و بالا بہترین برزخی جسم کے ساتھ زندہ ہیں اور شہداء بھی نئے جسموں کے ساتھ جنّت میں خوش و خرّم زندگی گزار رہے ہیں۔ آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حجرۂ عائشہ رضؓ والی قبر میں زندگی پر اصرار کیوں ہے؟

بخاری اپنی بات کی مزید تاکید کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری دُعا یوں لائے ہیں:

بابُ دُعاء النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم الرّفیق الاعلیٰ حدثنا سعید بن عُفیر قال حدثنی اللّیث قال حدثنی عُقیل عن ابن شھاب قال اخبرنی سعید بن المسیّب وعُروۃ بن الزّبیر فی رِجالٍ من اھل العلم ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو صحیحٌ لم یُقبض نبیٌّ قطُّ حتی یَرٰی مقعدہٗ من الجنّۃ ثم یُخیّر فلما نُزِل بہ ورأسُہ علیٰ فخذی غُشِیَ علیہ ساعۃً ثم افاق فاشخص بصرہ الی السّقف ثم قال اللّٰھم الرّفیق الاعلیٰ قلت اذًا لا یختارُنا وعلمتُ انّہ الحدیثُ الّذی کان یُحدّثنا وھو صحیح قالت فکانت تلک اٰخر کلمۃٍ تکلّم بھا اللّٰھم الرّفیق الاعلیٰ

(بخاری جلد ۲ ص ۹۳۹، مطبوعہ دہلی)

(کتاب الدعوات - باب ۷۶۶ - الدعا النبیؐ)

باب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا۔ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیقُ الاَعلیٰ

...... سعید بن مسیّبؒ اور عروۃ بن الزبیرؒ اور بہت سے اہلِ علم بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضؓ نے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی بھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اُسے جنّت میں اُس کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا۔ مقام دکھا دیئے جانے کے بعد اُس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے تو دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے) پس جب آپؐ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپؐ کا سَر میرے زانو پر تھا آپؐ

The Real Muslims Portal

کو تھوڑی دیر کے لئے غش آگیا۔ پھر آپؐ ہوش میں آئے اور نگاہیں اُوپر چھت کی طرف گاڑدیں اور کہا " اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلیٰ" (اے مالک الرفیق الاعلیٰ) پس میں نے کہا یہ کہنے کے بعد اب آپؐ ہم دُنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے۔ میں نے جان لیا کہ جو بات آپؐ فرمایا کرتے تھے اُس کے صحیح ثابت ہونے کا وقت آگیا۔ عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلمہ جس کے بعد آپؐ نے کوئی بات نہ کی یہی کلمہ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلیٰ تھا۔

(بخاری جلد ۲ صـ۹۳۹)

ان ساری حدیثوں نے بتلا دیا کہ سچی بات یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اُس کو حسبِ حیثیت ایک برزخی جسم مِلتا ہے جس میں اُس کی رُوح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اِس جسم اور رُوح کے مجمُوعہ پر سوال و جواب اور عذاب وثواب کے سارے حالات گزرتے ہیں۔ اور یہی اصلی قبر بنتی ہے۔

قرآن اور صحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے مگر کچھ دُوسرے حضرات اِس بات پر مصر ہیں کہ نہیں ہر مرنے والے کی رُوح اِسی دنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے اور برابر زندہ رہتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ مُردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اُسے جلا کر خاکستر کر دے تو دونوں کانوں کے درمیان گُرز کیسے مارا جائے گا اور عذاب اور نعیم کا دَور کس پر اور کس طرح گزرے گا؟ تو اللہ کی قدرت اور اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ سُبحان اللہ۔ اللہ کی قدرت سے کس کو انکار ہے لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نہ بدلنے والی سُنّت بھی تو ہے۔ اُس کو نظر انداز کرنا بھی تو اچھا نہیں ہے۔

اِن سارے دلائل کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کا اثبات کرنے والی صریح روایتیں مذہب جعفریہ میں ضرور موجود ہیں اور عجب نہیں کہ وہیں سے آکر یہ احادیث کی کتابوں میں بار پا گئی ہوں۔ مثلاً یہ روایت :

﴿ باب ﴾

☆(النهى عن الاشراف على قبر النبى صلى الله عليه وآله)☆

١ـ عدَّةٌ من أصحابنا، عن أحمد بن محمّد البرقيّ، عن جعفر بن المثنّى الخطيب قال: كنت بالمدينة وسقف المسجد الّذي يشرف على القبر قد سقط والفعلة يصعدون وينزلون ونحن جماعة، فقلت لأصحابنا من منكم له موعدٌ يدخل على أبي عبدالله عليه السلام الّليلة؟ فقال مهران بن أبي نصر أنا وقال إسماعيل بن عمّار الصيرفي أنا، فقلنا لهما: سلاهُ لنا عن الصعود لنشرف على قبر النبيّ صلى الله عليه وآله، فلمّا كان من الغد لقيناهما، فاجتمعنا جميعاً، فقال إسماعيل: قد سألناه لكم عمّا ذكرتم، فقال: ما أُحبُّ لأحد منهم أن يعلو فوقه ولا آمنه أن يرى شيئاً يذهب منه بصره أو يراه قائماً يصلّي أو يراه مع بعض أزواجه صلى الله عليه وآله (١)

(فوٹو: صـ۴۵۲ کتاب الحجۃ جلد ۱، اُصول کافی، مصنّفہ: کلینی)

ترجمہ:

باب: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر کے اُوپر چڑھ کر جھانکنے سے منع کیا جانا

جعفر بن المثنّٰی الخطیب فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے اُوپر والی چھت گر گئی۔ چھت پر کام کرنے والے چڑھ اُتر رہے تھے اور ہم لوگوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ پس میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کون ہے جو آج رات ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السّلام کے پاس جائے گا۔ مہران بن ابی نصر نے کہا کہ میں، اور اسماعیل بن عمّار الصیرفی نے کہا کہ میں۔ پس ہم لوگوں نے ان دونوں سے کہا کہ آپ اُن (امام جعفر صادق) سے دریافت کیجئے کہ ہمارے لئے اُوپر چڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جھانکنا کیسا ہے۔ دُوسرے روز جب ہم لوگوں نے ان دو حضرات سے ملاقات کی اور اُن کے ساتھ جماعت کی شکل میں مِل بیٹھے تو اسماعیل نے کہا ہم نے

The Real Muslims Portal

حضرت سے اس بات کے بارے میں پُوچھ لیا جس کا آپ لوگوں نے ذکر کیا تھا۔ امام نے ارشاد فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ ان لوگوں میں سے کوئی اُوپر چڑھے، اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسی چیز پہ اُس کی نظر نہ پڑ جائے جو اُس کی آنکھوں کو اندھا کر دے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپؑ کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھے یا آپؑ کو اپنی بعض ازواج کے ساتھ پائے۔

(کتاب الحجۃ، جلد ۱، اصول کافی صـ۴۵۲ مصنفہ کلینی)

"حرّم اللہ علی الارض" کی اس روایت میں جس کو امام بخاری مُنکر گردانتے ہیں ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ "درُود" کے اعمال جُمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیئے جاتے ہیں۔ اِس کے بارے میں بھی یہی گروہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں زندہ نہیں مانتا کہتا ہے کہ قرآن میں تو ہر جگہ ایک ہی بات آئی ہے اور وہ یہ کہ سارے کے سارے اعمال چاہے وہ کِسی انداز کے کیوں نہ ہوں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حضُور پیش کیئے جاتے ہیں اور قرآن نے ہر مقام پہ حصر کے ساتھ بغیر کسی اِستثنا کے اِس بات کو بیان کیا ہے :۔

۱: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (سُورۃ ھود۔ ۱۲۳)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی چھُپا ہُوا ہے وہ سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہر معاملہ اُسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ پس اے نبیؐ اُس کی بندگی کیجئے اور اُسی پہ بھروسہ رکھیئے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو، تیرا رب اس سے بے خبر نہیں۔ (سورۃ ہُود۔ آیت نمبر ۱۲۳)

۲: اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝ (سُورۃ شوریٰ ۵۳)

ترجمہ: خبردار رہو سارے معاملات اللہ ہی کی طرف پلٹتے ہیں۔

۳: وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ (سورۃ بقرہ۔ آیت ۲۱۰)

آلِ عمران۔ ۱۰۹، انفال۔ ۴۴، الحج۔ ۷۶، فاطر۔ ۴

الحدید۔ ۵۔

ترجمہ: اور صرف اللہ ہی کی طرف سارے معاملات لَوٹائے جاتے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ سارے اعمال کے پہنچنے کی جگہ تو ذاتِ الٰہی ٹھہرے مگر وہ درُود جس کی ابتداء ہی اللہ کی طرف خطاب سے کی جا رہی ہو "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ" اُس کا رُخ اللہ کے بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف موڑ دیا جائے۔ آخر یہ دُعا کا بھٹکاؤ نہیں تو اور کیا ہے۔

بُخاریؒ نے اِس بات کا بھی تعقّب کیا ہے وہ حدیث لاکر ثابت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین کے حق میں کی جانے والی دُعا اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو کر شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے اور اس کا ثواب اللہ کے ہر صالح بندے کو چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں، پہنچ کے رہتا ہے۔

بابُ التشهد في الآخرة حدثنا ابو نعيم قال حدثنا الاعمش عن شقيق بن سلمة قال قال عبد الله كنا اذا صلينا خلف النبي صلى الله عليه وسلم قلنا السلام على جبرئيل وميكائيل السلام على فلان وفلان فالتفت الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان الله هو السلام فاذا صلى احدكم فليقل التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين فانكم اذا قلتموها اصابت كل عبد لله صالح في السماء والارض اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله

(کتاب الصلوٰۃ، باب ۵۳۸ التشہد فی الآخرۃ) (فوٹو: بخاری جلد ۱، صـ ۱۱۵، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: .... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہا کرتے تھے کہ جبریل و میکائیل پر سلام۔ فلاں اور فلاں پر سلام۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف رُخ کیا

The Real Muslims Portal

اور فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سلامتی دینے والا ہے۔ اس لئے تم میں سے جو کوئی بھی نماز پڑھے وہ کہے کہ ساری زبانی عبادتیں، ساری بدنی اور مالی عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو آپ پر اے نبی اور اُس کی رحمتیں اور برکات آپ پر برسیں۔ اللہ کی سلامتی ہو ہم اور سارے نیکو کاروں پر۔ پس جب تم یہ کہو گے تو یہ کلمہ ہر صالح بندے کو پہنچ جائے گا، چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔ پھر اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہے۔ (بخاری جلد ۱ صـ ۱۱۵، مطبوعہ دہلی)

اس طرح امام بخاریؒ نے بتادیا کہ درُود و سلام کی دُعائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر براہِ راست پیش نہیں کی جاتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتی ہیں اور اُس کا ثواب و نفع سب کو پہنچ جاتا ہے۔ یہی مطلب ہے اُس عبارت کا جس میں درُود کا پہنچنا آیا ہے۔

امام مسلم حدیث لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیر اور جُمعرات کو دُنیا والوں کے سارے اعمال پیش کیئے جاتے ہیں اور حیات فی القبر کے ماننے والے حضرات اعمال کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیئے جانے کا دن جمعہ بتلاتے ہیں۔ اگر اعمال کے پیش کیئے جانے کا مقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے علاوہ کوئی اور جگہ بتائی جائے تو قرآن اور حدیث کے لحاظ سے کیا یہ ظلمِ عظیم نہ ٹھہرے گا۔ کیا قرآن کی محکم آیات اور صحیح احادیث کے مقابلہ میں ایک منکر روایت کے ذریعہ حیات فی القبر اور عرضِ اعمال کے عقیدہ کا اثبات ایک عجیب بات نہیں ؟

امام بخاری کے ہم عقیدہ اِس گروہ کے مقابلہ میں، امام احمد اور ابن تیمیہ کے عقائد کو صحیح ماننے والا گروہ کہتا ہے کہ اس دُنیاوی قبر میں حیات،

سماع اور عرضِ اعمال کے ثبوت میں ہمارے پاس صرف یہی ایک روایت نہیں ہے ہمارے حق میں بہت سی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ روایت بھی تو ہے :

حتی ینتھوا بھا الی السماء الدنیا فیستفتحون له فیفتح لھم فیشیعه من کل سماء مقربوھا الی السماء التی تلیھا حتی ینتھی به الی السماء السابعة فیقول الله عز وجل اکتبوا کتاب عبدی فی علیین وأعیدوه الی الارض فانی منھا خلقتھم وفیھا اعیدھم ومنھا اخرجھم تارة اخری قال فتعاد روحه فی جسده فیاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربك فیقول ربی الله فیقولان له ما دینك فیقول دینی الاسلام فیقولان له ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھو رسول الله صلی الله علیه وسلم فیقولان له وما علمك فیقول قرأت کتاب الله فآمنت به وصدقت فینادی مناد فی السماء ان صدق عبدی فافرشوه من الجنة وألبسوه من الجنة وافتحوا له بابا الی الجنة

(فوٹو: مسند احمد صـ ۲۸۷، جلد ۴)

ترجمہ: (مومن کی رُوح نکال کر فرشتے آسمان کی طرف جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب آسمانِ دُنیا تک پہنچتے ہیں تو اُس رُوح کے لئے دروازے کھلواتے ہیں جو کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک آسمان سے دُوسرے آسمان تک اس آسمان کے مقرب فرشتے اس رُوح کے جلُوس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ رُوح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کے اعمالنامہ کو علیّین میں لکھ دو اور اس کو واپس زمین کی طرف لوٹا دو، کیونکہ اُس کو میں نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ مٹی میں لوٹاؤں گا اور پھر مٹی ہی سے اُس کو دُوسری بار پیدا کروں گا۔ پس اُس کی رُوح اُس کے جسد میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اور دو فرشتے آتے ہیں اور اُس کو بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے وہ کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر وہ دونوں اس سے پُوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہارے درمیان بھیجا گیا تھا، وہ جواب دیتا ہے کہ وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ تم نے کیسے

The Real Muslims Portal

جانا۔ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اس وقت آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لئے جنت کے فرش بچھا دو، اور جنت کے لباس اس کو پہنا دو اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔

(ترجمہ روایت ص۲۸۷، جلد ۴، مسند احمد بن حنبل)

اس روایت کے بارے میں امام بخاریؒ کا ہم عقیدہ گروہ کہتا ہے کہ یہ روایت موضوع (گھڑی ہوئی) ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ قرآن کے صریح ارشادات سے ٹکراتی ہے۔ قرآن تو فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ
نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً
فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا
فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ
فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ
ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝

(سُورۃ المومنون آیات ۱۲ الی ۱۶)

ترجمہ: "ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اُس کو ایک بُوند کی شکل میں محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر اُس بوند کو جمے ہُوئے خون کی پھٹکی ہم نے بنایا۔ اور اس پھٹکی کو گوشت کے لوتھڑے میں ہم نے تبدیل کیا۔ پھر اس لوتھڑے کو ہڈیوں کی شکل عطا کر کے ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت کا جامہ پہنایا اور آخر کار ہم نے اس کو ایک بالکل دوسری مخلوق کی شکل میں وجود بخشا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں

سے اچھا کاریگر۔ پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اُٹھائے جاؤ گے۔"

(سُورۃ المومنون۔ آیات ۱۲ تا ۱۶)

معلوم ہُوا کہ ہر مرنے والے کو قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا، پھر قیامت سے پہلے مرنے والا اس قبر کے اندر کیسے زندہ ہو گیا۔

در اصل قبر میں مُردہ کے جسم میں رُوح کے لوٹائے جانے کی روایت شریعت جعفریہ کی روایت ہے جو اس روایت کے راوی زاذان (شیعہ) نے وہاں سے لے کر براء بن عازبؓ سے منسوب کر دی ہے۔ اس کی سند دیکھئے تو اس کے اندر ضعفاء، مجروحین، متروکین اور شیعہ ملیں گے۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا أبو معاوية قال ثنا الأعمش عن منهال بن عمرو عن زاذان عن البراء بن عازب

(فوٹو: مسند احمد ص۲۸۷، المجلد ۴)

اس روایت کا راوی منہال بن عمرو اور اس پر جرح

امام رازی اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں لکھتے ہیں:۔

۱: شعبہ نے منہال بن عمرو کو عمداً ترک کر دیا۔ ابو محمد کہتے ہیں اس لئے کہ اُن کے گھر سے گانے کی آواز سُنی۔

(الجرح والتعدیل ص۳۵۷، ج ۴ قسم ۱)

۲: الذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ حاکم کا کہنا ہے کہ منہال کی حیثیت یحیی بن سعید گراتے تھے۔ الجوزجانی نے اپنی کتاب "الضعفاء" میں لکھا ہے کہ وہ بد مذہب تھا۔

اسی طرح ابن حزم نے اُس کی تضعیف کی ہے اور اُس کی (اسی) قبر کی آزمائش اور سوال وجواب والی روایت کو ناقابل احتجاج ٹھہرایا ہے۔

(میزان الاعتدال ص۱۹۲ جلد ۴، مطبوعہ عیسی البابی الحلبی)

The Real Muslims Portal

تہذیبؒ التہذیبؒ

ابن معین منہال کی شان کو گراتے تھے۔ الجوزجانی نے کہا کہ وہ بدمذہب ہے۔ ہرچند کہ اس کی روایتیں بہت پھیل گئی ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ یحیی القطان اس کی شان گراتے تھے۔ ابُوالحسن بن القطان نے کہا کہ ابومحمد بن حزم اسکو ضعیف گردانتے تھے اور اُس کی اس روایت کو جو وہ براء بن عازبؓ تک پہنچاتا تھا رد کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، جلد ۱۰، صـ۳۲۰)

منہال بن عمرو کے اُستاد زاذان پر جرح

شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے الحکم سے کہا کہ آپ زاذان سے کیوں روایت نہیں لیتے۔ انہوں نے کہا کہ وہ باتیں بہت کرتا ہے اس لئے۔

ابن حبان نے کہا کہ " کان یخطئ کثیراً "۔ بہت غلطیاں کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب، جلد ۳، صـ۳۰۳)

ابواحمد الحاکم کہتے ہیں کہ اہلِ علم کے نزدیک وہ مضبوط نہیں ہے۔
سلمہ بن کہیل نے کہا کہ ابوالبختری کو میں اُس سے اچھا سمجھتا ہوں۔
(میزان الاعتدال، جلد ۲، صـ۶۳)

تقریبؒ التہذیبؒ

فیہ شیعیۃٌ۔ زاذان میں شیعت ہے۔ (تقریب التہذیب صـ۱۰۵)
دراصل اسی شیعت کا اظہار اُس نے اِس روایت میں کیا ہے۔
شریعت جعفریہ کی سب سے بڑی کتاب " کافی " مصنفہ کلینی کی روایت کا مضمون ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ فرمائیے :۔

۱۲ ۔ محمد بن یحیی ، عن أحمد بن محمد بن عیسی ، عن الحسین بن سعید ، عن القاسم ابن محمد ، عن علیّ بن أبي حمزة ، عن أبي بصیر ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : إنَّ المؤمن إذا اُخرج من بیته شیّعته الملائکة إلی قبره یزدحمون علیه حتّی إذا انتهی به إلی قبره قالت له الأرض : مرحباً بك و أهلاً أما والله لقد کنت اُحبُّ أن یمشي عليّ مثلك لترینَّ ما أصنع بك فتوسّع له مدَّ بصره ویدخل علیه في قبره ملکا القبر وهما قعیدا القبر منکر ونکیر فیلقیان فیه الرُّوح إلی حقویه فیقعدانه ویسألانه فیقولان له : من ربّك ؟ فیقول : الله ، فیقولان : ما دینك ؟ فیقول : الإسلام ، فیقولان : ومن نبیّك ؟ فیقول : محمد صلى الله عليه وآله ، فیقولان : و من إمامك ؟ فیقول : فلان ، قال : فینادي مناد من السّماء : صدق عبدي افرشوا له في قبره من الجنّة وافتحوا له في قبره باباً إلی الجنّة وألبسوه من ثیاب الجنّة

(فوٹو: کافی کلینی، جلد ۳ صـ۲۳۹، کتاب الجنائز)

ترجمہ : ابُوبصیر ابُوعبداللہ علیہ السلام (امام جعفر صادق) سے روایت کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا کہ جب مومن کی میت اُس کے گھر سے نکالی جاتی ہے تو فرشتوں کا ازدحام ہو جاتا ہے اور وہ اُس کے ساتھ اُس کی قبر تک جاتے ہیں اور جب وہ میت قبر تک پہنچتی ہے تو قبر کی زمین اس کو خوش آمدید کہتی ہے اور گویا ہوتی ہے کہ واللہ مجھے اس بات سے خوشی ہوتی تھی جب تیرا ایسا کوئی مجھ پر چلتا تھا اب تو دیکھے گی کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ پھر وہ اس میت کے لئے حدِّ نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے اور قبر کے دونوں فرشتے جو قبر پر مقرر ہیں اور منکر اور نکیر کہلاتے ہیں، داخل ہوتے ہیں۔ یہ دونوں اس میت میں حقویہ (دونوں کولھوں) تک رُوح ڈال کر اُس کو بٹھا دیتے ہیں اور پُوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے اللہ۔ پھر سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے۔ اسلام۔ پھر دونوں فرشتے پوچھتے ہیں کہ تیرا نبی کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر وہ (چوتھا) سوال کرتے ہیں کہ تیرا امام کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فلاں۔ اب امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اس وقت آسمان سے ایک

The Real Muslims Portal

منادی کرنے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا۔ اس کی قبر میں جنّت کے فرش بچھادو اور جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دو ، اور اس کو جنّت کے لباس سے آراستہ کرو ۔۔۔۔ (کافی کلینی جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ ، کتاب الجنائز)

کتنی عظیم الشان ہے یہ روایت جو بیان کرتی ہے کہ قبر میں دفن ہوتے ہی ہر مُردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ بیٹھ جاتا، سُنتا اور سمجھتا ہے۔ سوالوں کا جواب دیتا ہے۔ اِس کے مقابلہ میں امام بُخاری حدیث لائے ہیں کہ مُردے کا جسم سَڑ گل جاتا ہے۔ صرف قیامت کے دن دوبارہ بنایا جائے گا اور پھر بارگاہِ الٰہی میں اس دنیاوی جسم کے ساتھ حساب کتاب کے لئے پیش کیا جائے گا، اس سے پہلے نہیں۔

(کتاب التفسیر۔ باب ۸۵۲)

باب قوله يوم ينفخ
في الصور فتاتون افواجا زمرا حدثني محمد قال اخبرنا ابو معاوية عن الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بين النفختين اربعون قال اربعون يوما قال ابيت قال اربعون شهرا قال ابيت
قال اربعون سنة قال ابيت قال ثم ينزل الله من السماء ماء فينبتون كما ينبت البقل ليس من الانسان
شيء الا يبلى الا عظما واحدا وهو عجب الذنب ومنه يركب الخلق يوم القيامة (فوٹو)

ترجمہ: باب (جس دن صُور میں پھونک ماری جائیگی تم لوگ فوج در فوج آؤ گے) ۔۔۔۔ ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صُور کی دو۲ پھونکوں کے درمیان چالیس۴۰ کا وقفہ ہو گا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ چالیس۴۰ دن کا وقفہ؟ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ نہیں کہہ سکتا۔ پھر کہنے والے نے کہا کہ چالیس۴۰ مہینوں کا وقفہ۔ کہا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پوچھنے والے نے پھر کہا کہ کیا چالیس۴۰ سال کا وقفہ۔ ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اس بات کو (رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے) کہ اس وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا اور لوگ اس طرح اُگ پڑیں گے

جیسے سبزہ اُگتا ہے۔ انسان کے جسم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو برباد نہ ہو جائے، سوائے ایک ہڈی "عَجْبُ الذَّنَب" کے، اور اُسی سے جسمِ انسانی کو پھر بنایا جائے گا۔ (فتح الباری، جلد ۸، صفحہ ۶۸۹، صفحہ ۶۹ ۔ صفحہ ۴۳۵، بخاری مطبوعہ دہلی)

اب رہا عرضِ اعمال کا مسئلہ تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود کے پیش کئے جانے کا قائل گروہ اپنی حمایت میں اپنی گذری ہُوئی دلیل کے علاوہ ایک اور دلیل لاکر کہتا ہے کہ درُود ہی نہیں بلکہ نماز کے اندر تشہد میں پڑھا جانے والا اسلام ہو یا اس سے باہر کا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک براہِ راست پہنچا دیا جاتا ہے اور اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرّر کر رکھے ہیں جو سلام کی تلاش میں گردش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کوئی سلام کا عمل ملتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتے ہیں اس میں نہ وقت کی قید ہے نہ مقام کی، اور دلیل اس کی مسندِ احمد کی یہ روایت ہے:۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا وكيع وعبد الرحمن قالا ثنا سفيان
عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وكيع ان لله
في الارض ملائكة سياحين يبلغوني من أمتي السلام

(فوٹو روایت صفحہ ۴۴۱، جلد ۱، مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: ۔۔۔۔ زاذان عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری اُمّت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ (یہ امام احمد کے اُستاد وکیع کے الفاظ ہیں) (روایت صفحہ ۴۴۱ جلد ۱ مسند احمد بن حنبل؛ نسائی صفحہ ۱۴۳، جلد ۱)

یہ روایت بھی شیعہ زاذان کی اپنے مخصوص عقیدہ کا اظہار ہے کہ شیعہ مومنوں کے اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم، علیؓ اور آئمہ معصومین پر پیش ہوتے ہیں۔ تعجّب ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے ہزاروں شاگردوں میں سے زاذان کے علاوہ کوئی ایک بھی اس روایت کو بیان نہیں کرتا۔ اس طرح سے زاذان ثابت

The Real Muslims Portal

کر دیتا ہے کہ محدّثین کا یہ اصول کہ دُوسری روایتوں کا صادقُ اللہجہ راوی بھی اگر کوئی ایسی روایت لائے جو اُس کے اپنے مخصوص بدعتی عقیدہ کی تائید کرنے والی ہو تو اس کی یہ روایت رَد کر دی جائے گی بالکل صحیح ہے۔

وَ اِن روی مایقوّی بدعتهٗ فیُردّ علی المذھب المختار (نخبة الفکر ص۴۳)

ترجمہ: "اور ایسا راوی جو حدیث میں اپنے فاسد عقیدہ کی تائید میں روایت لائے تو اُس کی یہ روایت رَد کر دی جائے گی اور صحیح مذہب برقرار رکھا جائے گا۔"

اس سے پہلے رُوح کے مُردہ جسم میں لوٹائے جانے اور مُردہ کے قبر میں زندہ ہو جانے کا بیان اسی زاذان کی کرشمہ کاری تھی۔ اسی طرح یہ روایت بھی جو براہِ راست سلام کے اعمال پہنچنے کی جگہ اللہ تعالیٰ کے بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بتاتی ہے، اور قرآن اور صحیح حدیث بخاری کی کھلی مخالفت کرتی ہے۔ امام بخاری کی گذری ہوئی تشہّد کی روایت نے یہ ثابت کیا ہے کہ سلام کی دُعا اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا نفع زمین اور آسمان کے ہر صالح بندے تک پہنچا دیتا ہے۔ زاذان نے اس طریقہ سے قرآنِ کریم کا یہ کُلیہ بھی ختم کر دیا کہ دُنیا والوں اور مرنے والوں کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک آڑ ہے اور وہ اُن کی دُعاؤں سے بے خبر ہیں۔ یہ روایت یہ بھی کہتی ہے کہ ایک وقت میں لاکھوں اور کروڑوں سلاموں کو سُننا اور سمجھنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے ہیں۔

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (المومنون آیت ۱۰۰)

ترجمہ: "سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ (آڑ) حائل ہے دُوسری زندگی کے دن تک۔" (المومنون۔۱۰۰)

وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (احقاف آیت ۵)

ترجمہ: اور وہ ان کی دُعاؤں سے غافل ہیں۔

کیا حُسنِ اتفاق ہے کہ اس سے پہلے گذری ہُوئی روایت کی طرح اس روایت کی تائید بھی شریعتِ جعفریہ کی معتمد علیہ کتاب "کافی کلینی" کرتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

﴿ باب ﴾

☆(عرض الاعمال علی النبی صلی الله علیه و آله وسلم و الائمة علیهم السلام)☆

۲ ـ محمّد بن یحیی، عن أحمد بن محمّد، عن الحسین بن سعید، عن القاسم بن محمّد، عن علیّ بن أبی حمزة، عن أبی بصیر، عن أبی عبدالله علیه السلام قال: تعرض الأعمال علی رسول الله صلی الله علیه وآله أعمال العباد[۳] کلّ صباح أبرارها وفجارها فاحذروها، وهو قول الله تعالی: «اعملوا فسیری الله عملکم و رسوله[٤]» وسکت.

(فوٹو: ص۲۱۹، جلد۱، کتاب الحجۃ الکافی للکلینی)

ترجمہ: باب (اعمال کا پیش کیا جانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہ السّلام پر)

۔۔۔۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السّلام (امام جعفر صادق) نے ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کے اعمال ہر صبح پیش کیئے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال بھی اور بُرے بھی۔ پس محتاط رہو۔ اس کے ثبوت میں امامؑ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے شروع کا یہ حصہ پیش فرما کر ۔۔۔ اعملوا فسیری الله عملکم و رسولهٗ ۔۔۔ خاموش ہو گئے۔ (ص۲۱۹ جلد۱، کتاب الحجۃ کافی کلینی)

اِس روایت پر حاشیہ لکھنے والے صاحب نے اس خاموشی کی یہ وجہ بتائی کہ سُورۃ توبہ کی اس آیت نمبر ۱۰۶ کے بعد کا فقرہ "والمؤمنون" اس لیے نہیں پڑھا کہ اس زمانہ میں آئمہ پر اعمال کے پیش کیئے جانے کے عقیدہ کا اظہار وقت کے تقاضوں کے خلاف تھا۔

دُوسری روایت:

٤ـ علیّ، عن أبیه، عن القاسم بن محمّد، عن الزیّات، عن عبدالله بن أبان الزیّات

The Real Muslims Portal

وكان مكيناً عند الرضا عليه السلام قال : قلت للرضا عليه السلام : ادع الله لي ولأهل بيتي فقال:
أولست أفعل ؟ و الله إنّ أعمالكم لتعرض عليّ في كلّ يوم و ليلة؛

(فوٹو: صـ۲۱۹، جلد۱، کتاب الحجۃ الکافی للکلینی)

ترجمہ : .... عبداللہ بن اُبان الزّیات جو امام الرضا کے پاس ٹھہرے ہُوئے تھے کہتے ہیں کہ میں نے امام سے عرض کیا کہ اللہ سے میرے حق میں اور میرے گھر والوں کے حق میں دُعا فرمائیے۔ ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ میں ایسا نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم، تمہارے اعمال مجھ پر صبح و شام پیش کیۓ جاتے ہیں۔ (صـ۲۱۹، کتاب الحجۃ کافی کلینی، جلد۱)

زاذان نے اِس روایت کو لاکر صرف یہی نہیں کیا کہ دُعا کا رُخ اللہ تعالیٰ کے بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیا بلکہ آگے بڑھ کر اُس نے یہ بھی بتا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال فوراً بغیر کسی تاخیر کے پیش کر دیۓ جاتے ہیں چاہے اللہ تعالیٰ کے سامنے صرف پیر اور جمعرات کے دن پیش کیۓ جاتے ہوں۔ مُسلم کی یہ روایت آپ کے سامنے ہے :

(مسلم کتاب البر والصلۃ والادب، باب ۲۸۳، النہی عن الشحنا)

حدثنا ابن ابي عمر نا سفيان عن مسلم بن ابي مريم عن ابي صالح سمع ابا هريرة رفعه مرة قال تعرض الاعمال في كل يوم خميس واثنين فيغفر الله عز وجل في ذلك اليوم لكل امرئ لا يشرك بالله شيئا الا امرأ كانت بينه وبين اخيه شحناء فيقال اركوا هذين حتى يصطلحا اركوا هذين حتى يصطلحا

(فوٹو: مُسلم، جلد ۲، صـ۳۱۷، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ : .... ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک بار یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال ہر جمعرات اور پیر کو پیش کیۓ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اعمال پیش کیۓ جانے کے دن ہر اُس شخص کی مغفرت فرما دیتا ہے جس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہرایا ہو سوائے اُس شخص کے کہ اُس کے اور اُس کے بھائی کے درمیان کوئی رنجش ہو۔ ان دونوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے معاملہ

کو موخّر کر دو یہاں تک کہ وہ مصالحت کر لیں۔ (مسلم جلد ۲، صـ۳۱۷، مطبوعہ دہلی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات ثابت کرنے کے لئے ابُوداوٗد، نسائی اور مسندِ احمد کی گذری ہُوئی روایتوں کے بعد، ایک روایت اور بھی پیش کی جاتی ہے جو یوں آئی ہے :

حدثنا عبدالله حدثني أبي ثنا عبدالله بن يزيد ثنا حيوة ثنا أبو صخر أن يزيد بن عبدالله بن قسيط أخبره عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما من أحد يسلم علي الا رد الله عز وجل الي روحي حتى أرد عليه السلام

(فوٹو: مسند احمد، جلد ۲، صـ۵۲۷)

ترجمہ : عبداللہ نے اپنے والد احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن یزید سے سُنا اور انہوں نے حیاۃ سے اور انہوں نے ابو صخر سے کہ عبداللہ بن قسیط نے اُنہیں ابُوہریرہؓ سے خبر پہنچائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی جب مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ عزّوجلّ میری طرف میری رُوح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(روایت مسند احمد بن حنبل صـ۵۲۷ جلد۲ و ابوداوٗد و نسائی)

عجیب بات ہے کہ یہ دلیل بھی وہی گروہ پیش کرتا ہے جو اس بات کا عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دُوسرے تمام لوگ وفات کے بعد قبر میں زندہ ہیں۔ جب یہ بات ہے تو سلام کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح کے لوٹائے جانے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے ؟ سچ ہے کہ بعض حالات کے زیرِ اثر حافظہ سے بات نِکل جایا کرتی ہے اور انسان کو اپنی تضاد بیانی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

دُوسری طرف بہت سے حضرات اِس روایت کو پیش فرما کر کہتے ہیں کہ وقت کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا کہ کوئی نہ کوئی دُنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نہ پڑھ رہا ہو اس لئے آپؐ کی رُوح آپ کے جسم اطہر سے وابستہ

The Real Muslims Portal

رہ کر ایک حیاتِ مسلسل کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ بات یوں بھی نہیں بنتی کیونکہ پھر "رَدّ" کا لفظ بے معنی قرار پائے گا۔ آخر ایسی دلیل کا کوئی کیا جواب دے۔ ساتھ ساتھ یہ بات کہ دنیا میں ایک وقت میں ہزاروں، لاکھوں انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے رہتے ہیں ان سب سلاموں کا جواب دینا اللہ کے علاوہ کسی اور کی طاقت سے تو باہر معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد ایک نظر اس روایت کی سَنَد پر بھی ڈال لی جائے تو مناسب ہے۔ اس روایت کا ایک راوی یزید بن عبد اللہ قسیط ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ :-

یزید بن عبداللہ بن قسیط

ابن حبّان کہتے ہیں کہ ربّما اخطاء (کبھی کبھی خطا کرتا ہے)

امام مالک کہتے ہیں: لیس هناك یعنی قوی نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صـ ۳۴۲ صـ ۳۴۳) ابن حبان ایک جگہ لکھتے ہیں: کان ردیء الحفظِ ردّی (خراب) حافظہ کا مالک تھا۔ (کتاب التاریخ فی مشاہیر التابعین لابن حبان۔ صارم صـ ۱۶)

امام رازی لکھتے ہیں کہ میرے باپ سے اس کے بارے میں پُوچھا گیا تو فرمایا لیس بقوی (مضبُوط نہیں ہے) (الجرح والتعدیل، جلد ۴ ق ۲، صـ ۲۷۴)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال، الجزء ۴، صـ ۴۳)

یزید بن عبداللہ بن قسیط کے بعد اس کے شاگرد ابُو صخر حُمید بن زیاد کا حال سُنیئے :-

(تہذیب التہذیب، جلد ۳، صـ ۴۱) ابن ابی مریم عن یحییٰ ضعیف وکذا قال النسائی۔ ابن ابی مریم کہتے ہیں یحییٰ اس کو ضعیف کہتے

تھے اور اسی طرح النّسائی۔

(میزان الاعتدال) ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔

(صـ ۶۱۲، الجزء الاوّل) ابن عدی نے ضعیف کہا ہے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اس ابوہریرہؓ والی روایت میں ابوصخر حُمید بن زیاد کا تفرّد بھی ہے۔

اب ایسی مجروح روایت پر جو عقیدہ بھی بنایا جائے بہر حال استوار نہیں ہو سکتا جبکہ اس امر میں اصحابُ الحدیث کا اتفاق ہے کہ خبرِ واحد صحیح تک سے عمل تو ثابت ہو سکتا ہے، عقیدہ نہیں۔

ان روایتوں کے بعد جن کو پہلے امام احمد، پھر اُن کے دونوں شاگرد ابُوداؤد اور نسائی لائے ہیں چھ۶ مشہور کتابوں سے باہر کی ایک روایت لاکر حیات اور سماع پہ اصرار کیا جاتا ہے۔ روایت یوں ہے :-

قال احمد بن ابراهيم بن ملحان حدثنا العلاء بن عمرو حدثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعته ومن صلی علیّ نائيًا من قبری ابلغته (رواه عقيلی وقال لا اصل له)

ترجمہ: رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر کے قریب دُرُود پڑھے تو میں سُنتا ہوں اور جو قبر سے دُور مجھ پہ دُرُود پڑھے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ امام عقیلی نے اس کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ بے اصل ہے۔

اس روایت میں محمد بن مروان صاحب الکلبی سُدی صغیر کا تفرّد ہے اور اس کے متعلق یہ فیصلہ ہے :

The Real Muslims Portal

(کتاب الجرح والتعدیل ص۸۶ ج ۴، قسم ۱): ابن معین نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے۔ جریر نے کہا کذّاب ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں ذاہب الحدیث اور متروک الحدیث ہے۔ اس کی روایات بالکل نہ لکھی جائیں۔

(تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ص۲۹۲-۲۹۳، المجلد ۳): ابن نمیر نے کہا کہ محمد بن مروان کسی لائق نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف، غیر ثقہ ہے۔ ابن شعیب الغازی کہتے ہیں کہ ہم سے امام بخاری نے کہا کہ محمد بن مروان الکوفی صاحب الکلبی کی حدیث بالکل نہ لکھی جائے۔ صالح بن محمد نے کہا کہ وہ ضعیف تھا اور حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ نسائی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے

(تہذیب التہذیب ص۴۳۶-۴۳۷، جلد ۹): جریر بن عبد الحمید کہتے ہیں کہ وہ کذّاب تھا۔ ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ یعقوب بن سفیان نے کہا ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔ صالح بن محمد کہتے ہیں کہ ضعیف تھا اور وضّاع تھا (روایتیں گھڑا کرتا تھا) ابو حاتم نے اسے "ذاہب الحدیث" اور متروک کہا اور کہا کہ اس کی روایتیں نہ لکھی جائیں۔ ابن عدی نے ضعیف کہا۔ ساجی نے کہا کہ اس کی روایتیں نہ لکھی جائیں۔ عبداللہ بن نمیر نے کہا کہ وہ کذّاب تھا۔

(میزان الاعتدال، الجزء الرابع ص۳۲-۳۳) اس کو محدّثین نے ترک کر دیا اور بعض نے اس پر کذب کا الزام لگایا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ ثقہ نہیں ہے۔ بخاری نے کہا کہ اُس کی حدیثیں بالکل نہ لکھی جائیں۔

(خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی، ص۳۵۸):۔ جزرۃ کہتے ہیں کہ وہ حدیث بنایا کرتا تھا۔

اِس جرح کے بعد اس روایت کا اثباتِ حیات فی القبر اور سماعِ موتیٰ کے لئے پیش کیا جانا کچھ مناسب نظر نہیں آتا۔ اِن روایتوں کے بعد حیات اور سماعِ موتیٰ کا قائل گروہ امام بُخاری کی حدیثوں کو استدلال کے طور پر پیش

کرتا ہے۔ اُن کی پہلی حدیث قلیبِ بدر کی یہ حدیث ہے:

حدثنی عبدُ الله بن محمد سمع رَوح بن عُبادة قال حدثنا سعید بن ابی عَروبة عن قتادة قال ذکر لنا انس بن مالک عن ابی طلحة ان نبی الله صلی الله علیه وسلم امر یوم بدر باربعة وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طَوِیٍّ من اطواء بدرٍ خبیث مُخبث وکان اذا ظهر علی قوم اقام بالعرصة ثلث لیال فلما کان ببدر الیومُ الثالث امر براحلته فشُدَّ علیها رحلها ثم مشی واتبعه اصحابه وقالوا ما نری ینطلق الا لبعض حاجته حتی قام علی شفة الرکی فجعل یُنادیهم باسمائهم واسماء آبائهم یا فلانُ بن فلان ویا فلان بن فلان أیسرّکم انکم اطعتم الله ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمرُ یا رسول الله ما تکلم من اجسادٍ لا ارواح لها فقال النبی صلی الله علیه وسلم والذی نفسُ محمد بیده ما انتم باسمعَ لما اقول منهم قال قتادةُ احیاهم الله حتی اسمعهم قوله توبیخا وتصغیرا ونقمةً وحسرةً وندما

(فوٹو)

ترجمہ:۔ ...... قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے انس بن مالک رضؓ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ابُو طلحہ رضؓ نے کہا کہ جنگِ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیس ۲۴ سرداران قریش کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دیئے جانے کا حکم دیا اور وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے کنویں میں پھینک دی گئیں۔ آپؐ کا قاعدہ تھا کہ جب آپؐ کسی قوم پر غالب آجاتے تھے تو وہاں تین دن قیام فرماتے تھے۔ جب بدر کے مقام پر تیسرا دن آیا تو آپؐ نے حکم دیا اور آپؐ کی اُونٹنی پر کجاوہ کس دیا گیا۔ پھر آپؐ پیدل روانہ ہُوئے اور آپؐ کے اصحابؓ آپؐ کے ساتھ ساتھ چلے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ آپؐ اپنی کسی ضرورت کے لئے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؐ اس کنویں کے کنارے کھڑے ہو گئے اور اُن مشرکوں کو اُنکے اور اُن کے باپوں کے نام سے آواز دینے لگے کہ اے فلاں ابنِ فلاں، اے فلاں ابنِ فلاں! کیا تم کو یہ بہتر نہیں معلوم ہوتا کہ تم نے اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کی ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچّا پایا۔ کیا تم نے بھی وہ وعدہ سچّا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا۔ ابو طلحہ رضؓ نے کہا کہ اُس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسدِ بے روح

The Real Muslims Portal

سے کب خطاب کیا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری بات کے تم اُن سے زیادہ سُننے والے نہیں ہو۔ قتادہ (اس روایت کے راوی۔ انس رضؓ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقتولین کو زندگی بخش دی تاکہ وہ نبیؐ کا کلام سن سکیں، اور نبیؐ کی بات ان کے لئے ذلّت و خواری، حسرت و ندامت کا باعث بنے۔

(باب ۲۷۵ قتل ابی جہل، کتاب المغازی) (ترجمہ: بخاری جلد ۲ صـ ۵۶۶، مطبوعہ دہلی)

اس طرح بُخاریؒ نے اس حدیث میں قتادہ کی بات ساتھ لاکر یہ بات بتا دی کہ یہ سُننا اور سُنانا نبیؐ کا معجزہ تھا معمول نہیں ہے۔ اس کے بعد بخاری عائشہ رضؓ کی حدیث لاکر ثابت کرتے ہیں کہ یہاں سماع سے "علم" مُراد ہے سُننا نہیں۔

حدثنی عثمٰن حدثنا عبدۃ عن ھشام عن ابیہ عن ابن عمر قال وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قلیب بدر فقال ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا ثم قال انھم الاٰن یسمعون ما اقول لھم فذکر لعائشۃ فقالت انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم الاٰن لیعلمون ان الذی کنت اقول لھم ھو الحق ثم قرأت انک لا تسمع الموتٰی حتی قرأت الاٰیۃ (فوٹو)

ترجمہ: ..... ہشام اپنے والد عروۃ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عُمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر پہ کھڑے ہُوئے اور فرمایا کہ کیا تم نے (اے کافرو!) اپنے رب کا کیا ہُوا وعدہ سچّا پایا؟ پھر نبیؐ نے فرمایا کہ اس وقت میں جو کہہ رہا ہوں وہ اُس کو سُنتے ہیں۔

جب ابن عمر رضؓ کے اس قول کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ کہا تھا کہ اُن لوگوں کو اِس وقت علم ہو گیا ہے کہ میں جو اُن سے کہا کرتا تھا حق تھا۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات کی شہادت میں یہ آیت پڑھی: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (النمل ۸۰) آخر تک پڑھی (یعنی تم مُردوں کو نہیں سُنا سکتے اور نہ اُن بہروں کو سُنا سکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں)۔

(بخاری، جلد ۲، صـ ۵۶۷، مطبوعہ دہلی)
(باب ۲۷۵ قتل ابی جہل، کتاب المغازی)

امام بخاریؒ نے قلیب بدر کے واقعہ کی مختلف حدیثیں لاکر ثابت کیا کہ اس واقعہ میں سماع سے عبداللہ بن عمر رضؓ نے سُننا مُراد لیا ہے اور ان کا کہنا یہ تھا کہ قلیب بدر کے مقتولین نے اُس وقت سُنا اور یہ سُننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مُعجزہ تھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا یہاں سُننے سے "علم" مُراد لیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اسمعُ (زیادہ سُننے والے) سے مُراد "اَعْلَمُ" ہے (زیادہ جاننے والے ہیں) اور اس کی تائید انہوں نے قرآن سے کی۔

معلوم ہُوا کہ اس واقعہ میں جو اختلاف ہے وہ خاص قلیب بدر کے واقعہ میں ہے کسی اور کی حیات اور سماع میں نہیں اور عائشہ رضؓ جہاں بھی ابن عمر رضؓ کی بات سے اختلاف کرتی ہیں اسی قلیب بدر کے واقعہ کا ذکر کرتی ہیں دُوسرے مُردوں کے سُننے کے بارے میں نہیں۔ اور ابن عمر رضؓ کو مرنے والوں کی حیات اور سماع کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف ہو کیسے سکتا تھا جب ان کے سامنے وفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اُن کے والد عمر رضؓ بن خطاب اور عائشہ رضؓ کے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے درمیان حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختلاف کے بعد سارے صحابہؓ کا اجماع ہو گیا تھا اور سب نے مان لیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے اب وہ اِس دُنیا میں زندہ نہ ہوں گے۔

حدثنا اسمٰعیل بن عبد اللہ ثنی سلیمٰن بن بلال عن ھشام بن عروۃ قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مات وابوبکر بالسنح قال اسمٰعیل یعنی بالعالیۃ فقام عمر یقول واللہ ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت وقال عمر واللہ ما کان یقع فی نفسی الا ذاک ولیبعثنہ اللہ فلیقطعن ایدی رجال وارجلھم فجاء ابوبکر فکشف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقبلہ فقال بابی انت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا ثم خرج فقال ایھا الحالف علی رسلک فلما تکلم ابوبکر جلس عمر

(باب: مرض النبیؐ و وفاتہ نـ ۵۵۰، کتاب المغازی)

The Real Muslims Portal

قَالَ الزُّهرِيُّ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ يَا عُمَرُ فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَتَرَكُوا عُمَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَّا بَعْدُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلَى الشَّاكِرِينَ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتَّى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ

(فوٹو)

(کتاب الانبیاء/ مناقب باب ۳۸۷ مناقب ابی بکر)

ترجمہ: "ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے عروۃ بن الزبیر نے کہا اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی جب ابو بکرؓ السنخ کے مقام پر تھے۔ اسماعیل راوی کہتے ہیں یعنی عالیہ میں۔ اس وقت عمرؓ کھڑے ہوئے اور یہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم میرے ذہن میں یہی بات آئی۔ اور عمرؓ نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو پھر ضرور زندہ کرے گا اور آپؐ لوگوں کے (منافقوں کے جو خوشیاں منا رہے تھے) ہاتھ اور پیر ضرور کاٹ ڈالیں گے۔ پھر ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر ہٹائی اور آپؐ کے چہرہ کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، زندگی اور موت دونوں میں آپ پاکیزہ رہے۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا۔ پھر وہ باہر نکل گئے اور عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے قسم کھانے والے اتنی تیزی نہ کر۔ جب ابو بکرؓ نے لوگوں سے بات کرنا شروع کی تو عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔

..... الزہری کہتے ہیں کہ ابو سلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ جب ابو بکرؓ باہر نکلے اور عمرؓ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے تو انہوں

نے کہا کہ عمر بیٹھ جاؤ لیکن عمرؓ نہ بیٹھے۔ اب لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف توجّہ کی اور عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد ابو بکرؓ نے کہا کہ سُن رکھو کہ تم میں سے جو محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کرتا تھا اُسے معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے، اور جو اللہ کا پُجاری تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اُسے موت نہیں۔ پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ

(آلِ عمران۔ آیت: ۱۴۴)

یعنی محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسُول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسُول گذر گئے ہیں پس کیا اگر یہ مَر جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم اُلٹے پَیروں پھر جاؤ گے، اور جو اُلٹے پَیروں پھر جائے وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو جزا دے کے رہے گا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا لوگ اس آیت کے متعلق یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پہلے نازل کر چکا ہے یہاں تک کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی اور تب سارے لوگوں نے ابو بکرؓ سے سُن کر اس کو سیکھا اُس کے بعد جس شخص نے بھی اس آیت کو سُنا اس کی تلاوت کرنے لگا۔ الزہری کہتے ہیں سعید بن المسیّب نے مجھے بتلایا کہ عمرؓ نے کہا کہ واللہ جس دَم میں نے ابو بکرؓ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سُنا میں گھٹنوں کے بَل گر پڑا، اور ایسا بے دَم ہُوا کہ میرے پاؤں مجھے سہار نہ سکے یہاں تک کہ میں زمین کی طرف جُھک پڑا۔ جس وقت مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔"

(ترجمہ: عبارت ص۵۱۷ جلد۱، ص۶۴۰ جلد۲ بخاری مطبوعہ دہلی)

The Real Muslims Portal

بخاری کی اس حدیث پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ کتنی باتیں اس سے صاف ہوگئیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ایک موت جو آپ کے لئے مقدر تھی وہ آچکی اب دُوسری موت کا آپؐ مزہ نہ چکھیں گے۔ یعنی آپؐ قبر میں زندہ کیئے جائیں اور قیامت کے دن پھر موت آئے، یہ اب نہ ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا میں پھر زندہ ہوجائیں گے اس کا مکمل رَد ہوگیا۔ ورنہ ابُوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے یہ کہنا کیا مشکل تھا کہ عمر اس طرح بے قرار نہ ہو تھوڑی دیر کی تو بات ہے چند گھنٹوں کے بعد قبر میں دفن ہوتے ہی نبیؐ پھر زندہ ہوجائیں گے، اور عمر رضی اللہ عنہ بھی اس طرح بیدم ہوکر گر گر نہ پڑتے۔

اس خطبہ کے بعد سارے صحابہؓ نے اس بات کو مان لیا اور اس طرح سب سے پہلا اور سب سے عظیم اجماع صحابہؓ اِس ایک مسئلہ پر اُس وقت ہُوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میّت ابھی دفن بھی نہ ہُوئی تھی۔ تاریخ میں ایسا اجماع صحابہؓ کسی اور مسئلہ پر موجود نہیں ہے۔ یہی وہ عظیم مسئلہ ہے جس کو سب سے پہلے مالکِ کائنات نے عمر رضی اللہ عنہ کی ذات کو شدید ترین آزمائش میں ڈال کر ہمیشہ کے لئے صاف کر دیا کہ جس کو بھی موت آجائے وہ اس دُنیا میں پھر زندہ نہیں ہوسکتا اور اس طرح قیامت تک کے لئے اس ذریعہ کو بند کر دیا جو ہمیشہ سے ظلم عظیم کی اصل بنا رہا ہے یعنی مرنے والے مرے نہیں ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چاہے قلیبِ بدر کے موقع پر موجود نہ ہوں مگر یہ پُورا واقعہ تو اُن کی آنکھوں کے سامنے گزرا تھا انہوں نے تو خود مشاہدہ کیا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے بعد سارے صحابہؓ اِس بات کے قائل ہوگئے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پاگئے۔ نہ اس وقت (تدفین سے پہلے) زندہ ہیں اور نہ تدفین کے بعد قبر میں زندہ ہو جائیں گے۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر مُردہ کے سماع کا عقیدہ رکھتے تھے اور چونکہ سماع کے لئے حیات لازم ہے اس لئے وہ قبر

میں حیات کے قائل تھے، انصاف کی بات نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جو بخاری نے قلیبِ بدر کی حدیثیں لاکر ثابت کی ہے یعنی قلیبِ بدر کے معاملہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عمرؓ کی رائے میں صرف یہ اختلاف ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ قلیبِ بدر کے مشرکوں کے متعلق اَسمَعُ (زیادہ سُننے والے) کہنے سے مُراد "علم" ہے۔ یعنی ان مشرکوں نے اب کہ اُن پر عذاب کا دَور گذر رہا ہے یقینی طور پر جان لیا، اور عبداللہ بن عمرؓ کا کہنا یہ تھا کہ اَسمعُ سے سُننا ہی مُراد ہے، مگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مُعجزہ تھا۔ تاکہ مشرکین اور زیادہ ذلیل اور حسرت زدہ ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ معجزہ وہی ہُوا کرتا ہے جو معمول نہ ہو۔ سارے مُردے قبر میں سُنتے ہیں یہ ان کی مُراد نہ تھی۔ بُخاری نے قتادہ کی تشریح لاکر یہی بات اور واضح کر دی اور بتا دیا کہ "اسمعُ" کے معنی میں ان دو باتوں کے علاوہ کوئی تیسری بات نہیں ہوسکتی۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ یہی اُن کا عقیدہ ہے۔

آخر میں قبر میں حیات و سماع کا قائل گروہ اپنے عقیدہ کی تائید میں بخاری کی (قرع النعال) جوتوں کی چاپ سُننے والی حدیث پیش کرتا ہے جو یُوں ہے :-

٦٧ ـ باب الميّتُ يَسمعُ خفق النّعال

١٣٣٨ ـ حدّثنا عَيّاشٌ حدّثنا عبدُ الأعلىٰ حدّثنا سعيدٌ قال . . وقال لي خَليفةُ : حدّثنا ابنُ زُريع حدثنا سعيدٌ عن قَتادةَ عن أنس رضيَ اللّهُ عنهُ عنِ النبيِّ ﷺ قال « العبدُ إذا وُضِعَ في قبرِهِ وتُوُلّيَ وذَهَبَ أصحابهُ ـ حتى إنّهُ ليَسمَعُ قرعَ نعالِهِمْ ـ أتاهُ ملكانِ فأقعداهُ ، فيقولانِ لهُ : ما كنتَ تَقولُ في هٰذا الرَّجُلِ محمدٍ ﷺ ؟ فيقولُ : اشهَدُ أنّهُ عبدُ اللّهِ ورسولُه . فيُقالُ : انظُرْ إلى مَقْعَدِكَ مِنَ النّارِ ، أبدَلَكَ اللّهُ بهِ مقعداً منَ الجنّة . قال النبيُّ ﷺ : فَيراهُما جميعاً . وأمّا الكافِرُ ـ أوِ المنافق ـ فيقولُ : لا أدْري ، كنتُ أقولُ ما يقولُ الناسُ . فيُقالُ : لا دَرَيْتَ ، ولا تَلَيْتَ . ثمّ يُضرَبُ بِمطْرقةٍ مِن حَديدٍ ضَربةً بينَ أُذُنَيهِ ، فيَصيحُ صَيحةً يَسمعُها من يَليهِ إلاّ الثَّقلين » .

(بخاری کتاب الجنائز. باب ۸۵۰. المیت یسمع خفق النعال)

The Real Muslims Portal

قولہ : (باب الميت يسمع خفق النعال) قال الزين بن المنير : جرد المصنف ما ضمنه هذه الترجمة ليجعله أول آداب الدفن من إلزام الوقار واجتناب اللغط وقرع الارض بشدة الوطء عليها كما يلزم ذلك مع الحي النائم ، وكأنه اقتطع ما هو من سماع الآدميين من سماع ما هو من الملائكة ،

(فوٹو: ص۲۰۶،۲۰۵ فتح الباری شرح البخاری المجلّد۳- اور ابن حجر کی تشریح)

ترجمہ: باب : مُردہ جوتیوں کی چاپ سُنتا ہے

... قتادہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب قبر میں رکھ دیا گیا اور اُس کا معاملہ اختتام کو پہنچ گیا اور اُس کے ساتھی چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ یقینی طور پر اُن کی (یعنی فرشتوں کی) جوتیوں کی آواز سُنتا ہے۔ کہ دو فرشتے آجاتے ہیں اور اُس کو بٹھاتے ہیں اور وہ دونوں اُس سے کہتے ہیں کہ تو کیا کہتا تھا اس شخص محمدؐ کے بارے میں ؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا بندہ اور رسُول ہے۔ اب اُس سے کہا جاتا ہے کہ اپنی جہنم کی بیٹھک کی طرف دیکھ۔ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے جنّت کا یہ مقام عطا فرما دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر وہ دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے ولیکن کافر یا منافق کہتا ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تو وہی کہا کرتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ تُو نے سچی بات نہ جانی اور نہ جاننے والوں کی پیروی کی۔ پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان فولادی ہتھوڑے سے ایسی ضرب لگائی جاتی ہے اور وہ ایسی چیخ مارتا ہے کہ انسانوں اور جنّوں کے علاوہ ہر کوئی سُنتا ہے۔

(ترجمہ عبارت ص۱۷۸ ، صحیح بخاری مطبوعہ دہلی)

ابن حجر عسقلانی کی اس حدیث کی شرح کا ترجمہ

ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ بخاری کے اس باب باندھنے کہ (المیّت

یسمعُ خفق النعال۔ یعنی مُردہ جوتوں کی چاپ سُنتا ہے) کے متعلق الزین بن المنیر نے کہا کہ مصنّف (بخاری) کے اس مضمون کے باب باندھنے سے اُن کی مُراد یہ ہے کہ اس طریقہ کو آدابِ دفن میں اوّلیت حاصل ہے کہ وقار برقرار رکھا جائے، شور و شر سے اجتناب کیا جائے اور شدّت کے ساتھ پیروں کو زمین پر نہ مارا جائے جیسے کہ ایک زندہ سونے والے کے لئے ہونا چاہیئے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ بخاری نے (نبیؐ کے الفاظ سے) یہ نکالا ہے کہ آدمیوں سے جیسا کچھ سُنا جاتا ہے ویسا ہی فرشتوں سے بھی سُنا جاتا ہے (یعنی اُن کے جوتوں کی آواز)

حدیث کی اس تشریح کو ابن حجر عسقلانی نے بخاری کی شرح فتح الباری میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ الفاظِ حدیث بھی اس کی تائید کرتے ہیں کیونکہ دفن کرنے والے دفن کر کے جا چکے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے کہ مُردہ، فرشتوں کے جوتوں کی چاپ سُنتا ہے (انسانوں کے جوتوں کی نہیں) الفاظ یہ ہیں :

العبد اذا وضع فی قبره وتولی وذهب اصحابهُ۔ حتی انه لیسمع قرع نعالهم اتاه ملکان

(بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ البتہ سُنتا ہے اُن کے جوتوں کی چاپ کہ دو فرشتے اُس کے پاس آجاتے ہیں)

بخاری حدیث کے ایسے واضح الفاظ کیسے نہ لاتے جب اُن کی لائی ہوئی قلیبِ بدر اور وفات النبیؐ کی حدیثیں اس بات کی کُھلی دلیلیں تھیں کہ نہ تو سماعِ موتیٰ کا عقیدہ ہی صحیح ہے اور نہ حیات فی القبر کا۔ سوال و جواب، عذاب و نعیم اس قبر کی نہیں بلکہ عالمِ برزخ کی چیز ہے جو انسان کی اصلی قبر ہے۔

The Real Muslims Portal

سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے ذریعہ انسانیت کے ایمان کا سخت ترین امتحان لیا ہے۔

حدیث کی کتابوں کی ان روایتوں کے بعد قبر میں حیات اور سماع کو ثابت کرنے والا گروہ اب ائمہ کے اقوال سے دلیل لاتا ہے اور کہتا ہے کہ امام احمد بن حنبل صرف یہی نہیں کہ حیات اور سماع موتیٰ کے اثبات کے لئے روایات لائے ہیں بلکہ ان کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ ثبوت میں وہ امام احمد کی اپنی کتاب الصلوٰۃ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں :

امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) اپنی کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

والایمان بالحوض والشفاعة والایمان بمنکر ونکیر وعذاب القبر والایمان بملك الموت یقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور فیسألون عن الایمان والتوحید اھ (کتاب الصلوٰۃ ص ۲۵ طبع قاھرہ)

حوض کوثر، شفاعت، منکر و نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(فوٹو ص ۶۵ تسکین الصدور، مصنفہ ابو الزاہد سرفراز خان صفدر)

پھر کہتے ہیں کہ سماع اور حیات فی القبر کے اثبات کی روایتیں ان کے سارے بڑے بڑے شاگرد، امام ابوداؤد اور امام نسائی وغیرہ سب لائے ہیں۔ صرف اُن کے دو شاگردوں، بُخاری اور مُسلم نے ایسا نہیں کیا۔ اور یُوں بھی یہ ایک فروعی مسئلہ ہے اور بخاری تو یہاں تک گئے ہیں کہ انہوں نے کسی حدیث کو بھی حدثنی یا اخبرنی احمد بن حنبل کہہ کر صحیح بخاری میں درج نہیں کیا۔ ایک حدیث جس میں انہوں نے امام احمد کا ذکر کیا ہے۔ وہ بھی مغازی کی تعداد کے بارے میں ہے لیکن وہاں بھی وہ اپنے اور امام احمد کے درمیان احمد بن الحسن کا واسطہ لائے ہیں اور دوسری معلق روایت جس کو کتاب اللباس

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے بارے میں لا کر یہ کہا ہے کہ " وقال ابو عبد الله وزادنی احمد "، وہ بھی مشکوک ہے کیونکہ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ احمد، احمد بن حنبل نہیں ہو سکتے کوئی اور احمد ہوں گے کیونکہ مسند احمد میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ یہ حال ہے بخاری کا، ان کی بات سے کیا ہوتا ہے۔ ہاں کسی کے پاس فقہ کے کسی بڑے امام کا کوئی قول یا عمل ہو تو وہ اس کو پیش کرے اس کے جواب میں سماع اور حیات فی القبر کا انکاری عُلماء کا گروہ کہتا ہے کہ قرآن اور حدیث کے صاف اور صریح بیان کے بعد ہم کسی کے قول کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے مگر آپ کے تقاضہ سے مجبور ہو کر کہتے ہیں کہ امام ابُوحنیفہ کا عقیدہ اور مسلک عدم سماع موتیٰ اور عدم حیات فی القبر کا ہے۔ ثبوت یہ ہے :

رای الامام ابوحنیفة من یأتی القبور لاهل الصلاح فیسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یا اهل القبور هل لکم من خبرٍ وهل عندکم من اثرٍ انی اتیتکم ونادیتکم من شهورٍ ولیس سوالی الّا الدعاءَ فهل دریتم ام غفلتم فسمع ابوحنیفة بقولٍ یخاطبه بهم۔ فقال هل اجابوا لَكَ ؟ قال لا فقال لهٗ سحقاً لك وتربت یداك۔ کیف تُکلّمُ اجساداً لا یستطیعون جواباً ولا یملکون شیئاً ولا یسمعون صوتاً وقرء وما انت بمسمعٍ من فی القبور (غرائب فی تحقیق المذاهب)

ترجمہ : امام ابوحنیفہ نے ایک شخص کو کچھ نیک لوگوں کی قبروں کے پاس آکر سلام کرکے یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ اے قبر والو ! تم کو کچھ خبر بھی ہے اور کیا تم پر اس کا کچھ اثر بھی ہے کہ میں تمہارے پاس مہینوں سے آرہا ہوں اور تم سے میرا سوال صرف یہ ہے کہ میرے حق میں دُعا کر دو۔ بتاؤ ! تمہیں میرے

The Real Muslims Portal

حال کی کچھ خبر بھی ہے یا تم بالکل غافل ہو۔ ابو حنیفہ نے اس کا یہ قول سُن کر اس سے دریافت کیا کہ کیا قبر والوں نے کچھ جواب دیا؟ وہ بولا نہیں دیا۔ امام ابوحنیفہ نے یہ سُن کر کہا کہ تجھ پر پھٹکار۔ تیرے دونوں ہاتھ گرد آلود ہو جائیں تو ایسے جسموں سے کلام کرتا ہے جو نہ جواب ہی دے سکتے ہیں اور نہ وہ کسی چیز کے مالک ہی ہیں اور نہ آواز ہی سُن سکتے ہیں۔ پھر ابُو حنیفہ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (فاطر-۲۲) کہ اے نبیؐ تم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں کچھ نہیں سُنا سکتے۔

(غرائب فی تحقیق المذاہب و تفہیم المسائل ص۹۱ و ص۱۷۲، محمد بشیر الدین)

اور حنفی فقہ کی ساری مُعتبر کتابوں میں بھی یہی لکھا ہُوا ہے کہ مُردے نہ سُنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں مثلاً وكذلك الكلام والدخول لان المقصود من الكلام الافهام والموت ينافيه (ہدایہ جلد۱ ص۴۸۶) یعنی اسی طرح اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں تم سے کلام نہ کروں گا یا یوں کہ میں تمہاری مُلاقات اور زیارت کو نہ آؤں گا، پھر مَر جانے کے بعد اس کی لاش سے اس نے کلام کیا یا قبر کی زیارت کی تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے اور موت اس سے روک دیتی ہے۔ (شامی جلد۳ ص۱۸۰) ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں بھی اسی طرح ہے: اذا حلف لا يكلمه اقتصر على الحياة فلو كلمه بعد الموت لا يحنث لانّ المقصود منه الافهام والموت ينافيه لانه لا يسمع ولا يفهم (فتح القدیر ص۱۰۰ جلد۴، سطر۲) یعنی اگر کسی نے یُوں قسم کھائی کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا تو یہ زندگی کے ساتھ محدُود ہے۔ پس اگر بعد موت (لاشہ سے) کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اس لئے کہ کلام سے مقصُود سمجھانا ہوتا ہے اور موت اس سے روک دیتی ہے کیونکہ میّت نہ سُن سکتی ہے اور نہ سمجھ سکتی ہے۔ (فتح القدیر ص۱۰۰ ج ۴، سطر۲)

اسی طرح یہ علمِ کلام اور فقہ کا اصُول ہے کہ

لا نزاع ان الميت لا يسمع ترجمہ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ میّت قوتِ سماع سے قطعی محرُوم ہے۔

(شرح المقاصد جلد۲ ص۴۳، شرح المواقف جلد۴، ص۱۶۳)۔

رہا اس بات کا شکوہ کہ بخاری نے امام احمد بن حنبل کے ساتھ مناسب رویّہ کیوں اختیار نہیں کیا تو ہم اس بات میں اپنے آپ کو معذور پاتے ہیں یہ تو صرف امام بخاری کی ذمّہ داری ہے اور وہی اس کے لئے جواب دہ ہیں لیکن اس بات کو ہم بہر حال ماننے پر تیار نہیں ہیں کہ سماع اور حیات فی القبر کا مسئلہ فروعی مسئلہ ہے۔ یہ تو ایسی عظیم، اصلی اور جوہری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو اس کے بیان سے بھر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اُس نے دو سب سے بڑے وَلیوں کے درمیان اِسی ایک مسئلہ پر اختلاف برپا کروا کے ہمیشہ کے لئے اس پر اجماع کروا دیا ہے کہ اللہ کے آخری نبیؐ بھی وفات کے بعد نہ تو دُنیا میں زندہ ہیں اور نہ قیامت تک زندہ ہو سکیں گے، اور یہی وہ ایک بات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی شخصیت کو شدید ترین آزمائش میں ڈال کر اپنے اس محبوب بندہ کے خیال کو غلط ثابت کر دکھایا جس کی باتوں کی وہ ہمیشہ تائید کیا کرتا تھا۔

اس ساری افہام و تفہیم کے بعد بھی معاملہ ختم نہیں ہوتا اور حیات و سماع کا اقراری گروہ ابنِ تیمیہ، ابنِ قیّم، ابنِ کثیر اور ابنِ حجر اور بعد کے سارے بڑے بڑے لوگوں کے اقوال پیش کر کے ان کا جواب مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے اس شخص کی بات نہ مانی جس نے معتصم کے زمانہ (۲۲۰ ہجری) میں کوڑے کھائے مگر خلقِ قرآن کے معاملہ میں اپنی بات پر جما رہا۔ اب اس شخص کی بات کا تمہارے پاس کیا جواب ہے جس نے اتحادیوں کے مسائل کے سلسلے میں زندگی

The Real Muslims Portal

کا بڑا حصہ زنداں کی نذر کر دیا اور آخر کار اسی میں موت سے ہم کنار ہُوا۔ اپنی ہر تصنیف میں اس نے ان روایتوں کی توثیق کی ہے جن کو آج مجروح اور منکر قرار دیا جا رہا ہے اور پورے زور کے ساتھ اس نے ثابت کیا ہے کہ سماع اور حیات فی القبر کا عقیدہ بالکل صحیح ہے۔ مثال کے طور پر:

وكذلك الأنبياء والصالحون ، وإن كانوا أحياء في قبورهم ، وإن قدّر أنهم يدعون للأحياء وإن وردت به آثار فليس لأحد أن يطلب منهم ذلك ، ولم يفعل ذلك أحد من السلف ،

(فوٹو: ص۱۳۶، التوسل والوسیلہ، مصنفہ ابن تیمیہ، منشورات المکتب الاسلامی)

ترجمہ: اور اسی طرح (فرشتوں کی طرح) انبیاء اور صالحین کا معاملہ ہے ہرچند کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور یہ بھی مقدر کر دیا گیا ہے کہ وہ زندوں کے لئے دُعائیں کریں اور اس بات کی تصدیق میں روایتیں بھی آئی ہیں مگر کسی کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے کہ وہ اُن سے کچھ طلب بھی کرے اور سلف میں سے کسی ایک نے بھی ان سے کچھ طلب نہیں کیا۔

(ص۱۳۶، التوسل والوسیلہ، مصنفہ ابن تیمیہ)

فأما استماع الميت الأصوات من القراءة وغيرها : فحق ، لكن الميت مابقى يثاب بعد الموت على عمل يعمله هو بعد الموت من استماع أو غيره . وإنما ينعم أو يعذب بما كان قد عمله فى حياته هو ، أو بما يعمل غيره بعد الموت من أثره ، أو بما يعامل به . كما قد اختلف فى تعذيبه بالناحية عليه . وكما ينعم بما يهدى إليه . وكما ينعم بالدعاء له ، وإهداء العبادات المالية بالاجماع . وكذلك قد ذكر طائفة من العلماء من أصحاب أحمد وغيرهم ، ونقلوه عن أحمد ، وذكروا فيه آثارا « أن الميت يتألم بما يفعل عنده من المعاصى » فقد يقال أيضاً : إنه يتنعم بما يسمعه من القراءة وذكر الله .

(فوٹو: ص۳۷۹، اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ)

ترجمہ: پس مُردہ کا قرآن کی قرأت اور دُوسری آوازوں کا سُننا تو بالکل حق ہے لیکن مُردہ کو موت کے بعد اس قرآن کی قرأت وغیرہ سُننے کا ثواب نہیں ملتا اس کو تو انعام اور عذاب صرف اُس عمل کا ملتا ہے جس کو اُس نے خود اپنی زندگی میں کیا تھا ...... اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کے مسلک اور دُوسرے مسلکوں کے عُلماء کے ایک گروہ نے کہا ہے اور انہوں نے یہ مسلک احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اس بات کی تائید میں روایتیں بیان کی ہیں کہ مُردہ کو تکلیف پہنچتی ہے اگر اُس کے پاس گناہ کی باتیں کی جائیں اور اگر وہ قرآن کی قرأت سُنے یا اس کے پاس اللہ کا ذکر کیا جائے تو خوش ہوتا ہے۔ (ترجمہ عبارت ص۳۷۹، اقتضاء الصراط المستقیم، مصنفہ ابن تیمیہ)

اور

ولا يدخل فى هذا الباب مايروى من : أن قوما سمعوا رد السلام من قبر النبي صلى الله عليه وسلم أو قبور غيره من الصالحين . وأن سعيد بن المسيب كان « يسمع الأذان من القبر ليالى الحرّة » ونحو ذلك .

فهذا كله حق ليس مما نحن فيه

(فوٹو: ص۳۷۳، اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ)

ترجمہ: اس باب میں (کہ سلف میں سے کسی نے قبر کے پاس دُعا کرنے کی اجازت نہیں دی ہے) یہ بات داخل نہیں ہے کہ ایک گروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دُوسرے صالحین کی قبروں سے سلام کا جواب سُنا ہے اور یہ کہ سعید بن المسیب "الحرۃ" کے واقعہ کی راتوں میں قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز سُنا کرتے تھے اور اسی طرح کے دُوسرے واقعات بھی ہیں تو ہرچند کہ یہ باتیں حق ہیں لیکن یہاں ہم یہ بیان نہیں کر رہے ہیں۔

(ترجمہ عبارت ص۳۷۳، اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ)

The Real Muslims Portal

وأما سؤال السائل هل يتكلم الميت فى قبره فجوابه أنه يتكلم وقد يسمع أيضا من كلمه كما ثبت فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال (انهم يسمعون قرع نعالهم)

(فوٹو: ص۱۸۴ فتاویٰ ابن تیمیہ المجلد ۲، (القدیم)

ترجمہ: اور سائل کا یہ سوال کہ کیا مُردہ قبر میں کلام بھی کرتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں وہ کلام کرتا ہے اور اسی طرح سُنتا بھی ہے جب اس سے کوئی دُوسرا کلام کرے جیسے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردے جُوتوں کی چاپ بھی سُنتے ہیں۔

(ترجمہ: عبارت ص۱۸۴ ج-۲، فتاویٰ ابن تیمیہ قدیم)

پھر :-

واستفاضت الاثار بمعرفة الميّت اهله وباحوال اهله واصحابه فى الدنيا وان ذالك يعرض عليه وجاءت الآثار بانهٗ يرى وبانه يدرى بما يفعل عنده فَيَسرُّ بما كان حسنًا ويتألم بما كان قبيحا اهله۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴، ص۴۴۶ و ص۴۴۷)

مشہُور اور مُستفیض احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مُردہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے احوال کو جانتا ہے جو ان کو دُنیا میں پیش آتے ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کیئے جاتے ہیں اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا بھی ہے۔ اور جو کچھ اس کے پاس کیا جاتا ہے اس کو جانتا بھی ہے۔ اگر وہ کاروائی اچھی ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ بُری ہو تو اس کو اس سے رنج پہنچتا ہے۔

(ص۲۸، سماع الموتیٰ، مصنفہ صفدر صاحب)

اِن ساری باتوں کے جواب میں قبر کے اندر زندگی کا انکار کرنے والا عُلماء کا گروہ کہتا ہے کہ یہ ساری باتیں وہی تو ہیں جن کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے صرف اِس آخری فتویٰ میں دوؔ باتیں نئی ہیں جن کا جواب ضروری ہے۔ پہلی بات یہ کہ مُردہ اپنے زندہ عزیزوں اور دوستوں کے حالات سے باخبر رہتا ہے اور

ان کے اعمال اس پر پیش کیئے جاتے ہیں تو اس کے متعلق صرف یہ کہنا ہے کہ اس عقیدہ کے لئے آپ حضرات نے مسند احمد کی ایک ایسی روایت پر اعتماد کیا ہے جس میں مجہول راوی تک موجود ہے۔

حدثنا عبدالله حدثنى أبى ثنا عبد الرزاق ثنا سفيان عمن سمع أنس بن مالك يقول قال النبى صلى الله عليه وسلم ان أعمالكم تعرض على أقاربكم وعشائركم من الاموات فان كان خيرا استبشروا به وان كان غير ذلك قالوا اللهم لاتمتهم حتى تهديهم كما هديتنا

(فوٹو: ص۱۶۴ ۱۶۵، مسند احمد، المجلد ۳)

ترجمہ: ...... سفیان نے اُس شخص سے روایت کی جس نے انس بن مالکؓ سے سُنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمہارے اعمال تمہارے وفات شدہ عزیز واقارب پر پیش کیئے جاتے ہیں اگر وہ اعمال اچھے ہوتے ہیں تو یہ وفات پائے ہُوئے لوگ خوش ہوتے ہیں اور اگر ایسے نہیں ہوتے تو دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اُنہیں ہدایت عطا کئے بغیر موت سے ہم کنار نہ کرنا جیسے تُو نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔

(ترجمہ: روایت مسند احمد بن حنبل ص۱۶۴ و ۱۶۵، جلد ۳)

اس روایت کے سلسلہ میں قرآن اور حدیث کے ارشادات اور اس روایت کی حیثیت دُنیا کے سامنے ہے یہ ایسی روایت ہے جس میں یہ تک نہیں بتایا گیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سُننے والا کون ہے۔

اس کے بعد اپنی حمایت میں یہ حضرات تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں :-

وهذا باب فيه آثار كثيرة عن الصحابة، وكان بعض الأنصار من أقارب عبد الله بن رواحة يقول: اللهم إنى أعوذ بك من عمل أخزى به عند عبدالله بن رواحة، كان يقول ذلك بعد أن استشهد عبدالله

(فوٹو: ص۴۳۹، المجلد ۳، تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: اور اس باب میں (مُردوں پر زندوں کے اعمال پیش کیئے جاتے ہیں)

The Real Muslims Portal

صحابہؓ کے بہت سے آثار ہیں مثلاً عبداللہ بن رواحہؓ (شہید موتہ ۸ھ) کے بعض انصاری عزیز دار دُعا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تجھ سے ایسے عمل سے جو مجھے عبداللہ بن رواحہ کے پاس شرمندہ کرے پناہ مانگتا ہوں اور یہ اُس وقت کی دُعا ہے جب عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو چکے تھے۔

ابن تیمیہ کی پیش کردہ مُردہ کے اپنی زیارت کو آنے والے کو پہچاننے کی اس روایت میں دُوسری بات یہ بھی ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اس کے لئے ابن تیمیہ اور ابن قیمؒ کے پاس یہ دلیل ہے:

من حديث ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهُ عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم ما من رجل يمر بقبر اخيه المؤمن كان يعرفهٗ فيسلّم عليه الّا عرفهٗ ورد عليه السلام اھ (كتاب الروح ص۱۳ والجامع الصغير ج۲ ص۱۵۱)

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے، وہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دُنیا میں پہچانتا تھا۔ وہ جب بھی اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(فوٹو: ص۱۹۸، سماع الموتی، مصنفہ سرفراز صفدر صاحب)

جواب دینے والے اس روایت کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر اس روایت کو دلیل بنایا جاتا ہے تو اہلِ علم کے معروف طریقہ پر اس کی پوری سند کو کیوں پیش نہیں کیا جاتا اور صرف یہ بات کہہ دی جاتی ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے ابن عبدالبر نے اس کی تصحیح کی ہے اور اصرار کیا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ ابن عبدالبر تک اس کی پُوری سند چاہتے ہو تو ان کی موطا کی شروح "الاستذکار اور التمہید" کو دیکھو۔ درآنحالیکہ یہ ایسی شرحیں ہیں جو

کوشش کرنے کے بعد بھی دستیاب نہیں ہوتیں۔ مزید برآں حافظ ابن رجب نے کہا ہے کہ یہ روایت ہر چند کہ ابن عبدالبر اور عبدالحق اشبیلی نے اس کی تصحیح کی ہے، ضعیف ہی نہیں بلکہ منکر روایت ہے:

وقيل فى حديث ابن عبدالبر: ان عبد الحق وان قال إسناده صحيح الا أن الحافظ ابن رجب تعقبه وقال: انه ضعيف بل منكر

(فوٹو: رُوح المعانی ص۵۷، المجلد ۲۱)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ ابن عبدالبر کی حدیث حالانکہ عبدالحق (اشبیلی) نے اس کی تصحیح کی ہے مگر حافظ ابن رجب نے تعقب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ منکر روایت ہے۔

(ترجمہ: عبارت رُوح المعانی ص۵۷ جلد ۲۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مُلتان)

ایک طرف اس بے سند روایت کا یہ حال ہے، اور دُوسری طرف اس کی تائید میں ابو ہریرہؓ اور عائشہؓ سے منسوب جو روایتیں امام ابن قیمؒ وغیرہ نے پیش کی ہیں اُن کی پُوری سند بیان کر دی ہے، حالانکہ ان روایتوں میں ضعفاء، متروکین، لیس بشیٔ، منکرین الحدیث، کذاب اور وضاع کی بھرمار ہے۔

دُوسری بات یہ بھی ہے کہ یہ روایت بیان کرتی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے اس مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دُنیا میں جانتا پہچانتا تھا اور سلام کہے تو قبر والا اس کو پہچان لیتا ہے اور اُس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔

بخاری اس کے رَد میں یہ کہتے ہیں کہ لوگ مُردہ کو دُنیاوی قبر میں ہر وقت ہوشیار اور جاگتا ہُوا مانتے ہیں حالانکہ وہ برزخ میں بھی اکثر اوقات سورہا ہوتا ہے۔ سوال و جواب کے بعد اس سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ آرام سے سو جاؤ

The Real Muslims Portal

(نَمْ صَالِحًا) اور پھر صرف صبح و شام ہی اُسے اپنا جنّت کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ ہر وقت وہ بیدار نہیں رہتا۔

يُؤتى احدكم فيقال له ما علمك بهذا الرجل فاما المؤمن او قال الموقن شك هشام فيقول هو رسول الله صلى الله عليه وسلم هو محمد جاءنا بالبينات والهدى فامنا واجبنا واتبعنا وصدقنا فيقال له نم صالحا قد كنا نعلم ان كنت لمؤمنا به

(بخاری کتاب الجمعۃ، باب ٥٨٣، من قال فی خطبۃ بعد الثناء اما بعدہ)

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے آتے ہیں اور پُوچھتے ہیں کہ تجھے اُس شخص کے بارے میں کیا علم ہے۔ پس مومن، یا ہشام راوی نے کہا کہ یقین رکھنے والا مُوقن کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسُول محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ کھُلی کھُلی نشانیاں اور راہِ ہدایت لے کر ہمارے پاس آئے ہیں پس ہم ایمان لائے اور ان کی پُکار پر لبّیک کہا۔ ہم نے ان کی پیروی اور ان کی تصدیق کی۔ اب اس سے کہا جاتا ہے کہ آرام سے سو جا۔ ہم جانتے تھے کہ تو ان پر ایمان لانے والا تھا۔

(ترجمہ: عبارت ص ١٢٦، جلد ۱، صحیح البخاری)

باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي حدثنا اسمعيل قال حدثني مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان احدكم اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشي ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان كان من اهل النار فمن اهل النار فيقال هذا مقعدك حتى يبعثك الله يوم القيمة

(فوٹو)

باب: میّت پر اُس کا ٹھکانا صُبح و شام پیش کیا جاتا ہے

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی وفات پاجاتا ہے تو اُس کا ٹھکانا صبح و شام اُس پر

پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہلِ جنّت میں سے ہوتا ہے تو جنّت کا ٹھکانہ اور اہلِ دوزخ میں سے ہو تو دوزخ کا ٹھکانا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا وہ آخری مقام، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو جِلائے (اور تُو اس میں داخل ہو)

(ترجمہ: عبارت ص ٢٤٣ فتح الباری شرح بخاری، المجلّد ٣
و ص ١٨٤، جلد ١، بخاری، مطبوعہ دہلی)
(کتاب الجنائز باب ٨٧٢)

اس کے بعد یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر جاکر جو دُعا بتائی ہے اس میں خطاب کا صیغہ "یا" ہی تو ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْر۔ اگر قبر والے زندہ نہیں ہیں، اور دُنیا والوں کا سلام نہیں سُن سکتے تو یہ صیغہ کیوں استعمال کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر اس بات کی تائید ابنِ کثیر کی اس عبارت سے کی جاتی ہے:

وقدشرع السلام
على الموتى ، والسلام على من لم يشعر ولا يعلم بالمسلم محال وقد علم النبي ﷺ أمته إذا رأوا القبور أن يقولوا سلام
عليكم أهل الديار من المؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون يرحم الله المستقدمين منا ومنكم والمستأخرين نسأل الله لنا
ولكم العافية ، فهذا السلام والخطاب والنداء لموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويرد وإن لم يسمع المسلم الرد والله أعلم

(فوٹو: عبارت ص ٤٣٩، المجلد ٣، تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: اور شرع نے مُردوں پر سلام کا حکم دیا ہے اور اُس کو سلام کرنا جس کو شعُور نہ ہو اور جو سلام کرنے والے کو نہ پہچانے۔ ایسا حکم محال ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امّت کو سکھایا ہے کہ جب وہ قبروں کو دیکھیں تو یہ کہیں۔ تم پر سلام ہو اے اِن گھروں کے رہنے والے مومنو! ہم بھی تم سے آکر ملنے والے ہیں انشاءاللہ۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر جو ہم سے پہلے جا چکے ہیں اور جو تم سے پہلے جا چکے ہیں۔ اور جو ہمارے بعد آنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت طلب کرتے ہیں۔ پس یہ سلام خطاب اور

The Real Muslims Portal

ندا ہے اور اس موجود اور حاضر کے لئے ہے جو سُنتا ہے اور جس کو مخاطب کیا جا سکتا ہے، جو سمجھتا ہے اور جواب دے سکتا ہے ہر چند کہ سلام کرنے والا اُس جواب کو نہ سُنے۔

(ترجمہ: عبارت تفسیر ابن کثیر ص۴۳۹، جلد ۳)

اِس بات کا جواب دُوسری طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں "یا" حاضر کے خطاب کے لئے نہیں بلکہ دُعا کے لئے ہے جیسے ہم ہر نماز میں تشہد پڑھتے ہیں اور " اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ " کہتے ہیں۔ یہ بھی تو خطاب کا صیغہ ہے، مگر اس سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوں۔ ہر ایک جانتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ کی بارگاہ میں ایک دُعا ہے اور اس کا نفع اللہ کے پاس سے پہنچ کے رہتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

اِن سارے دلائل کے سُننے کے بعد سماع اور قبر میں حیات کا ماننے والا گروہ کہتا ہے کہ انکاری گروہ کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ ایک طرف یہ حضرات ان لوگوں کی جرح و تعدیل کی کتابوں کو اپنی حمایت میں بھی لاتے ہیں اور دُوسری طرف اُن کے عقائد کو غلط بھی کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ صدیاں گذر گئیں کہ دُنیائے اسلام کی اکثریت مرنے والوں کو قبر میں زندہ اور سماع کا مالک مانتی چلی آئی ہے۔ بتایا جائے کہ ایسا کیوں ہُوا، اور کیوں عُلماء نے اس کے خلاف آواز نہ اُٹھائی۔

اور آخر ابن کثیر کی تفسیر اور ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری جیسی کن دو کتابوں نے قرآن اور حدیث کی خدمت ہے۔

اس اعتراض کی ایک ایک بات کا دُوسرا گروہ یوں جواب دیتا ہے کہ جن جرح و تعدیل کی کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے ہیں وہ ان حضرات کی

کی اپنی کتابیں نہیں ہیں بلکہ انہوں نے سلف کی کتابوں کا جو کمیاب اور طویل تھیں، اختصار پیش کیا ہے اور بس۔ باقی جہاں وہ قُلْتُ (میں کہتا ہوں) کہہ کر عبارت لاتے ہیں وہ سلف کی جرح کی شدت کو کم کرنے یا ختم کرنے اور اپنے عقیدہ کی حفاظت ہی کے لئے ہوتی ہے۔

رہی یہ بات کہ صدیاں گذر گئیں اور لوگوں نے ان غلط عقائد کے خلاف آواز کیوں نہ اُٹھائی، تو حقیقت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ ایسا ضرور موجود رہا ہے جس نے اِن مُنکر روایتوں اور ان روایتوں کے بھروسے پر عقیدہ کی عمارت تعمیر کرنے والوں پر تنقید کی ہے، مگر ان کی آوازیں ہَوا میں بکھر گئیں، اور نبیؐ کے ساتھ محبت کے غلو، اور دُوسرے حضرات کی بے پناہ شُہرت کے زیرِ اثر ان کے ساتھ عقیدت مندی نے ایک نہ چلنے دی۔ بے اصل روایتوں کی تائید میں قرآن کریم کی محکم آیات کی تاویلیں کی گئیں۔ اور متشابہات کو اپنی حمایت میں لا ڈالا گیا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ابن کثیر کی تفسیر اور ابن حجر عسقلانی کی شرح نے وہ کام کیا جو کسی سے بن نہ پڑا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کاش! قرآن اور حدیث کو اُن کے اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہوتا۔

آخر میں قبر میں حیات اور عرضِ اعمال پر مُصر گروہ ایک انتہائی جُرأت مندانہ قدم اُٹھاتا ہے اور ابن تیمیہ کا فیصلہ لا کر ثابت کرتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ صحیح نہیں تھا، صحیح عقیدہ کے مالک تو امام احمد بن حنبل ہی تھے جو سماع اور حیات فی القبر کا اثبات کرتے ہیں اور دلیل میں ابن تیمیہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:۔

قال ابن تیمیۃ رح فی کتاب

امام ابن تیمیہؒ نے امام احمدؒ کی نصرت

The Real Muslims Portal

الانتصار للامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانکار عائشۃ رضؓ سماع اھل القلیب الکفار معذورۃ فیہ لعدم بلوغها النص وغیرھا لا یکون معذوراً امثالها لان ھذہ المسئلۃ صارت معلومۃ من الدین بالضرورۃ انتھیٰ (المنحۃ الوھبیۃ ص ۱۳)

میں جو کتاب لکھی ہے (جس کا نام الانتصار للامام احمدؒ ہے) اس میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے قلیب بدر کے کفار کے سماع کا جو انکار کیا ہے وہ اس میں معذور ہیں کیونکہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھیں اور ان کو یہ ارشاد نہیں پہنچا اور دُوسرے اُن کی طرح معذور نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریاتِ دین کی طرح معلوم ہو گیا ہے۔

عبارت ابن تیمیہ (المنحۃ الوھبیۃ، ص ۱۳، مصنفہ علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی)
(فوٹو:۔ ص ۲۲۴، سماع الموتیٰ، مصنفہ ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر)

اِس بات کے جواب میں دُوسرا گروہ کہتا ہے کہ ابنِ تیمیہ کی یہ عبارت کہ اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ضروریاتِ دین تک سے ناواقف اور عقیدہ کی خرابی میں مُبتلا تھیں کیونکہ وہ سماع اور حیات فی القبر کا انکار کرتی تھیں۔ اور امام احمد بن حنبل کا عقیدہ صحیح تھا جو سماع اور حیات فی القبر کے اقراری تھے ایک ایسی جسارت ہے جس کے تصور کی بھی ہم اپنے اندر سکت نہیں پاتے جواب کیا دیں گے۔ اِس کا جواب تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔

ہمارے لیے تو توحیدِ خالص ہی بس ہے اور اُس کے اثبات کے لئے قرآن کریم اور صحیح احادیث کافی ہیں۔ اسی توحیدِ خالص کے ذریعہ

اِس ملت کی اصلاح بھی ممکن ہے اور ساری دُنیا کی بھی۔ اس کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں ------

اِس لئے ہمارا اعلان ہے کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا، امام ابو حنیفہ اور امام بُخاری کے ہم عقیدہ ہیں۔ رہا کسی اور کا معاملہ تو ..... فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں ہے۔

ذیل میں مختلف مسالک کے مشہور علماء کے عقائد کے فوٹو موجود ہیں جو اِس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن و احادیثِ صحیحہ کے اسلام اور اہلِ مسلکی اسلام میں بہت فرق ہے۔

(۱) بانیٔ مسلکِ "دیوبند"، قاسم نانوتوی صاحب، محمود الحسن صاحب اور اشرف علی تھانوی صاحب وغیرہ:

عقیدہ دربارہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال:۔ کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؛

جواب: ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے

(فوٹو: المہند، عقائد علماء دیوبند، مرتبہ: خلیل احمد صاحب، ص ۱۶، مطبوعہ قرآن محل، کراچی)

The Real Muslims Portal

② بانیٔ مسلک "بریلوی" احمد رضا خان صاحب :

عرض۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے۔

ارشاد۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دینویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں

(فوٹو: ملفوظات احمد رضا خان صاحب بریلوی صـ۳۲ ، حصہ سوم مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی)

③ بانیٔ مسلک اھلحدیث میاں نذیر دہلوی صاحب :

اور یہ قول بھی بالکل غلط ہے، کہ روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں میں اور مقاموں میں گشت اور دورہ کرتی ہے، اس لئے کہ مشکوۃ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابن مسعود رضہ سے مرفوعاً روایت ہے، ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام، رواہ النسائی والدارمی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ کچھ فرشتوں کو اللہ تعالی نے اس کام پر تعینات کردیا ہے، کہ وہ دنیا میں پھرتے رہتے ہیں، جو کوئی شخص میری امت سے میرے اوپر درود وسلام پڑھتا ہے، وہ فرشتے اس درود وسلام کو میرے پاس پہنچا دیتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے مرفوعاً یہ لفظ آئے ہیں، من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے، اس کو میں خود سن لیتا ہوں، اور جو کوئی شخص دور کا رہنے والا میرے اوپر درود وسلام پڑھتا ہے، وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے، یعنی فرشتے لاتے ہیں، پس اگر روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں اور سب مقاموں میں گشت کرتی ہوتی، تو حدیثوں میں یوں بیان آتا کہ جہاں کہیں میرا ذکر ہوتا ہے، یا درود وسلام پڑھا جاتا ہے میں سن لیتا ہوں یا موجود ہو جاتا ہوں، اور فرشتوں کے پہنچانے کی حاجت نہ ہوتی۔

(فوٹو: فتاوئ نذیریہ، صـ ٧-٦ ، جلد اوّل، مطبوعہ اہلحدیث اکادمی لاہور)

نذیر میاں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ تو نہیں مگر مدینہ والی قبر میں ضرور حاضر و ناظر ہیں

حنبلی مسلک کے مشہور عالم عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب :

والذی نعتقد ان رتبۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ حی فی قبرہ حیٰوۃ مستقرۃ ابلغ من حیات الشہداء المنصوص علیہا فی التنزیل اذھو افضل منھم بلا ریب وانہ یسمع من یسلم علیہ (بحوالہ اتحاف النبلاء صـ۴۱۵ طبع کانپور)

(تسکین الصدور، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ صـ۲۶۳)

جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر مبارک میں حیات دائمی سے متصف ہیں جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہ شہداء سے افضل ہیں اور جو شخص آپؐ پر (عند القبر) سلام کہتا ہے آپ اس کو سنتے ہیں۔

بانی "جماعت اسلامی" مودودی صاحب :

مسئلۂ حیاتُ النبیؐ :۔ اگر کوئی شخص اس مسئلے میں قطعاً خالی الذہن ہو یا اس کے بارے میں کوئی عقیدہ ورائے نہ رکھتا ہو۔ اس سے قیامت میں کوئی باز پرس نہ ہو گی اور اس کے انجامِ اخروی پر اس عدم رائے یا خلوئے ذہن کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا۔ البتہ خطرے میں وہ شخص ہے جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ قائم کرتا اور اس کی تبلیغ کرتا ہے، کیوں کہ اس کے عقیدے میں صحت اور عدمِ صحت دونوں کا احتمال ہے۔ (ترجمان القرآن۔ دسمبر ۱۹۵۹ء)

(فوٹو: رسائل و مسائل حصہ سوم صـ۴۴)

مودودی صاحب نے قرآن، حدیث اور اجماع صحابہؓ کے اس عظیم الشان مسئلہ کو فروعی مسئلہ بنا دیا اور یہ فرما کر کہ "جو اس مسئلہ میں ایک عقیدہ رکھے اور اس کی تبلیغ بھی کرے وہ خطرے میں ہے" ابوبکرؓ اور دوسرے تمام صحابہؓ کو خطرے میں ڈال دیا۔

تبلیغی جماعت کے بانی زکریا صاحب فضائل صدقات میں لکھتے ہیں :۔

The Real Muslims Portal

شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مُرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل کو ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا، طواف کیا اور تھوڑی دُور جاکر مر گیا۔ میں نے اُس کو غسل دیا اور دفن کیا۔ جب میں نے اُس کو قبر میں رکھا تو اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے (روض)۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مُرید کو غسل دیا۔ اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا کہ میرا انگوٹھا چھوڑ دے، مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے۔ یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے، اُس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ شیخ ابن الجلاؒ مشہور بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کے لئے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے۔ نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے کسی کی ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی۔ ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے انہوں نے غسل دیا (روض)۔ غرض صاحب روض نے بہت سے واقعات ان مرشدوں کے مرنے کے ایسے لکھے ہیں جن سے ان کا مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد نہایت بشاش ہونا، ہنسنا، مذاق کرنا، لطف اٹھانا، معلوم ہوتا ہے۔

(فضائل صدقات حصہ دوئم صفحہ ۲۵۳، مکتبہ حقانیہ ملتان)

معلوم ہوا کہ یہ بزرگ حضرات مرنے کے بعد بھی نہیں مرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اموات غیر احیاء (النحل ۲۱) شاید نزول قرآن کے دور کے مُردوں کے لیے فرمایا تھا اور اب قاعدہ بدل گیا ہے۔
بانی "جماعت المسلمین"، مسعود احمد صاحب بھی حیات النبیؐ کے باطل عقیدے کو سہارا دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آئیں گے اور سلام کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیں گے۔

(بحوالہ صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین (مطوّل) ص۲۳۷)

نیز سماع موتیٰ کے بارے میں ان کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

ہماری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ زندہ کو اگر سمیع مانا جائے تو شرک نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد باری ہے۔
فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (دھر ۲) ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا۔
لیکن اگر مردہ کو سمیع مان لیا جائے تو شرک ہو جائے گا حالانکہ زندہ ہو یا مردہ محض سمیع ماننے سے شرک لازم نہیں آتا۔ (ذہن پرستی ص۶۴، اشاعت ثالث)

آئیے۔ آگے بڑھئے اور اُمت کو موجودہ روش کی بدانجامی سے باخبر کیجئے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، اور آج کے بھٹکے ہوؤں کو ایمانِ خالص سے سرفراز فرما کر رنگِ جہاں بدل ڈالے۔

The Real Muslims Portal